



DATE LABEL

56634 ۱۹۱۶۲۳۱۰
۹۷۶ ج

فتیق احمد -
-

Call No. 191, 241012 29237 Date.....

Account No. 56634

Account No.....56634

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last stamped date. An overdue charge of 6 nP. will be levied for each day. The book is kept beyond that day.

U1

م ۹۷۲ ج

Handwritten signature
CHECKED

Handwritten signature

جذباتِ حریت

حصہ اول

علامہ اقبال، حضرت اکبر الہ آبادی، سید الاحرار مولانا حسرت موہانی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا آزاد سہجانی، رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر، فخر قوم مولانا ظفر علی خاں صاحب، پنڈت بیچ نرائن جلیست، لالہ لال چند صاحب، فلک، میر نیرنگ، نیاز فتحپوری، سید ہاشمی، وغیرہ حضرات کی دل ہلاوت والی بھرتی

قومی نظموں کا مجموعہ

مرتبہ منشی مشتاق احمد صاحب میرٹھی

مع تمہید

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قادری ہدایونی ناظم انجمن علمائے صوبہ متحدہ
و مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
جسکو ناظم قومی دارالاشاعت شہر سہیل پور نے مجلہ کو ملایا ہے

۱۳۵۲ھ

ہاشمی پریس میرٹھ پریس پبلیکیشنز

جذباتِ حریت

ST-01

کورئیں الاحرار مولانا محمد علی صاحب۔ مولانا شوکت علی صاحب۔
 ڈاکٹر کچلو صاحب۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب۔ مولانا عارف ہسوی صاحب۔
 ڈاکٹر سید محمد رضا وغیرہ حضرات نے بچہ پسند فرما کر مولف کی حوصلہ
 افزائی فرمائی۔ اور ناظرین کی قدردانی اور حوصلہ افزائی سے
 پہلا ایڈیشن دو ماہ میں ہی ختم ہو گیا اور دوسرے ایڈیشن کا تقاضہ
 ہونے لگا۔ خاکسار مسئلہ خلافت کی اور بہترین کتابوں کی ترتیب میں
 مصروف تھا لیکن پیہم تقاضوں سے مجبور ہو کر دوسرا ایڈیشن سابقہ
 حالت میں ہی شائع کر رہا ہے۔ عنقریب جذباتِ حریت کا
 دوسرا حصہ آپ کی خدمت میں پیش ہو گا۔ امید ہے کہ اُس میں اور
 بہترین نظمیں آپ کو ملیں گی

راقم

مشتاق احمد۔ محلہ کوٹلہ شہر، پٹنہ



تقریر از حضرت مولانا محمد عبدالحکیم صاحب قلمی پوری علیہ السلام

ہندوستان کے قومی ذوق کا یہ عہد بیدار چہ ابھی تک مستقل کامیابی بیات کے زیور سے آراستہ نہ کہا جاتے اور ایک زندہ قوم کے آثار کے لئے جس اشکام و کیرنگی و نچنگی خیالات کی ضرورت ہے وہ یہاں بھی مانا جاتے تاہم حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ ایک کافی حد تک ہندوستان میں اندہ الخصوص مسلمانوں میں گزشتہ عہد قدیم کے لحاظ سے ایک حد تک مذاق قومی وادبیات جذبات آئینہ رو میں واضح خیالات ترقی و اصلاح خیر کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس وقت یہ فیصلہ ہمارے نظر میں نہیں کہ اس ابتدا میں مذہبی طور پر علمائے سیلاب و نامیات و دواوین حدود لغت اور فقہائے متکلم و اخلاق و حکایات سے میدان سبقت لیا یا مولانا حالی یا مولانا نذیر احمد صاحب ہونی سے اس قلم کی فضیلتوں پر پہلے کمزور ہمت پہنچا۔ ہاں سبقت ہوئی اور ایک خاص حرکت پیدا ہوئی جس سے نظام کیا کہ قوت نظم سے صرف مضامین تغزل و مدح اور بابے نیایا نظافت و تفتن کا ہی کام لینا ایک روشن طاقت کو ریت میں ربا دینا ہے اور ایک شفاف حوض قافورات کا ڈال دینا۔ صحیح اور اک و نیک خیالات رکھنے والی طبیعتیں ادبیات کے میدان ظہور میں آئیں اور قومی صلاح و صلاح کے لئے بے قدرتی اثر نظم کو بخشا گیا ہے۔ اس سے کام لیا جائے گا۔ اثر فطرت کے مطابق تھا اور کام جہات صحیحہ کے مقتضیات کا۔ لہذا قبول نے آغوش واکہ اور اجابت قوم یہ سب بے لبتیک کی صدا بلند کی قومی تعلیمی و مذہبی عجائس میں واعظین و مقررین کی فہرست میں قومی و ملکی و مذہبی شعرا کا نام بھی دیکھا جانے لگا خطیب کے ساتھ ادیب بھی نظم اصلاحی کی غزل مستدس وغیرہ و غیرہ سناتا نظر آتا رہا۔ قومی اخبارات کو بھی جب جذبات کی جلا و تری میں منظور و مقصود ہوئی تو ان کا سرنام بھی نظم قومی کے روشن طغرا سے منور و ضیا بخش ہوا کیا۔ یہ احساس قوم میں نسبتاً جلد پیدا ہوا اور پھر جلد روشناس ہو گیا۔

سب کو معلوم ہے کہ قریب تر گزشتہ جنگ طرابلس جنگ بلقان کے دوران میں ہندوستان کے

اخبارات و مجالس میں جس چیز نے خصوصیت سے قلوب کو گرا نے اور ٹپا نے میں مدد کی وہ نظم
 جذبات ہی کی قوت تھی اور یہی وہ قوت تھی جس میں اہل درو و شعر ارواد بابر نے حق و صداقت
 و حریت کے جذبات کی صحیح ترجمانی اور اسی قوت نے ہندوستان کے محیط میں جام و خالص
 ایک آواز حق و کلمہ صداقت کو پہنچایا۔ کتنے دل ہیں جو اب تک صرف ان نظموں اور شعروں
 کی لذت و رویا کرتے ہیں جن کو اب سے پانچ یا چھ سال قبل سنا اور پڑھا تھا اور کتنی روہیں
 ہیں جو آج ان تمام منظومات کے لئے بتیگر ہیں جو خاص خاص عواذات پر شاعر کے دل و دماغ
 سے فیض روح القدس بلکہ سرخس اور آواز جبروت و سطوت الہی ہو کر ظاہر ہو کر رہی ہیں۔ چونکہ یہ
 نظمیں خاص خاص حالات اور اوقات سے متعلق رہتی ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف اوقات و
 مختلف جہاں و مختلف محبتوں میں ان کا نشروانہار ہوتا ہے اور ایک ساتھ ایک شخص کو ان کا
 حصول ایک وقت میں شکل و وقت طلب بن جاتا ہے۔

عزیز شوق شائق احمد صاحب میرٹھی نے (جن کی زندگی خدات قومی میں گزری ہے)
 اور وہ خود کو اپنے ایثار و خدمت سے ایک نوجوان و اہمیت خدمت گذار ملک و قوم بنات ہوئے
 ہیں) اس نظم کی اکثر اور بہتر ترشموں کو کافی تلاش کے بعد جمع و فراہم کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے
 جس کو آپ پڑھ رہے ہیں اور جس کی تعداد میں یہ فقیر چند سطور عزیز مکرہ کے انعام سے حاضر
 کر رہا ہے۔

عبدالمعین القادری بدایونی

تقریر نظر از مصروف حضرت خواجہ حسن نظامی صنادید لدوی

جذبات حریت

اس نام کا ایک مجموعہ جس میں ہندوستان کے اکثر نامور حضرات کی نظمیں ہیں جناب مشتاق احمد صاحب میرٹھی نے مجھ کو دکھایا۔
تمام مجموعہ کو تفصیل و غور سے پڑھنے کی فرصت نہ تھی۔ سفر کے لئے دست بہ طوط بیٹھا تھا۔ سرسری نظر سے عنواؤں کو دیکھا۔ کہیں کہیں سے اشعار بھی پڑھے اس واسطے حقیقی تقریر کا حق ادا کرنا مشکل نظر آیا۔

علاوہ ازیں میں نہ شاعر نہ فن نظم میں کچھ شعور مولف صاحب کی نیک گمانی کا احترام ہے جو چند سطریں لکھ دیں ورنہ کجا اس اعلیٰ پایہ کی نظمیں اور کجا میں پرانندہ حواس۔

مجموعہ کا نام رہنمائے حریت رکھا جاتا تو صحیح ترجمانی ہوتی کہ اس قسم کی چیزیں انسان کے احساس حریت و خودداری کو بیدار کر کے بلند ہونے اور آگے بڑھنے کا راستہ بتاتی ہیں۔

یہ مجموعہ ایسے وقت میں شائع ہوا ہے کہ ہندوستان میں حریت
 آغوش مادر سے اتر چکی ہیں۔ تملانی ہوئی زبان سے اس بے بولت اور
 کیفیات قلب کو پیاری مگر ٹھیک طرح سمجھ میں نہ آسکنے والی زبان میں
 بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ حضرت اکبر الہ آبادی کا ایک شعر اس مہینے
 میں کہیں شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ گاندھی کی نثر نے اس قدر
 ہر دل عزیز حاصل کر لی ہے کہ اب اکبر کو نظم لکھنے کی ضرورت باقی
 نہیں رہی۔ مگر میرا خیال ہے کہ ملک کے ایک بڑے حصہ کی رہنمائی
 جذبات و خیالات نظم کے بغیر ناممکن ہے۔ خصوصاً ایشیا اور ہندوستان
 اور مسلم قوا کو تو نظم سب ملکوں سے زیادہ حرکت میں لایا کرتی ہے۔ آج
 جوا زجی حریت اور آزادی کے سمندر کی موجوں اور اپتھر کی لہروں کی
 طرح فضا سے ہند میں جنبش کر رہی ہے وہ سب اکبر الہ آبادی اور ڈاکٹر
 اقبال کی نظموں کا طفیل ہے۔

اس معاملے میں مجدد اعظم حضرت اکبر ہیں جنہوں نے غدر شہ سے
 پہلے اور بعد سے لے کر آج تک کوئی موقع ملنے احساس و جذبات کو نظموں
 کے ذریعہ سے بیدار کرنے کا باقی نہیں چھوڑا اور اب بھی باوجود کبرسنی
 اور ناتوانی کے ان کی ذہنی بلبلیاں اسی تیری سے چمکتی نظر آتی ہیں
 حضرت اکبر کے بعد ڈاکٹر اقبال کا درجہ ہے جن کے فلسفہ

آمینہ کلام نے ہندو مسلمانوں میں اصلی حیات حریت کی روح
 پھونکی۔ ہائی شمار سب ان ہی آفتاب و ماہتاب کی ششایں ہیں۔
 اس مجموعہ میں حضرت اکبر اور ڈاکٹر اقبال کے کلام کا بہت
 مقبول اور خاصا ستھرہ اثر فرما رہا ہے کیا گیا ہے اور دیگر شعرا کا کلام بھی مولف
 کے انتخاب کی عمدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ مشتاق احمد صاحب سیرگئی جو
 اس مجموعہ کے مولف ہیں ایک علی مسلمان ہیں۔ انہوں نے اپنی متبلیغیت
 کے ایک مطلق مشغلے کو موجودہ تحریک ترک موالا کے سلسلہ میں
 خیر باد کہہ کر یہ قومی خدمت اور حصول معاش کا نو معنی طریقہ بہت مناسب
 تجویز کیا ہے۔ میں ہر مسلمان کو اور ہر ہندوستانی کو ایسے ہی مفید علمی
 مشاغل میں دیکھنا ملک کی ترقی کا موجب سمجھتا ہوں اور مجھے یقین
 ہے کہ تمام ہندوستان میں اس کی قدروانی ہوگی اور اہل ذوق ہاتھوں
 ہاتھ اس کو خریدیں گے اور فیاض لوگ بے استطاعت لوگوں میں خرید
 خرید کر مفت تقسیم کریں گے۔

حریت کا جذبہ شہر

جذبات حریت کی تقریظ کا اثر دیکھتے ہیں اقتدار کثرت کی اسیری میں مقید
 لکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھ میں یکایک وحدت کا خار پیدا ہوا اور اس

خمار سے آزادی کے سرخ ڈورے نمودار ہوئے۔ ان ڈوروں پر
حسرت حریت آنسو بن کر آئی اور کاغذ پر حریت کا جذبہ شریں لکھا
ہوا نظر آنے لگا۔

دیکھا تو چند آہوں کے نقوش تھے۔ آہ کہہ کر آہوں کا سینہ چاک کیا
تو اندر سے ہزاروں بے قرار یوں کا مواد ابل پڑا۔ زخم بہ چکا تو ناسور کی
گہرائی نظر آئی۔

یہ کس قدر خوفناک ہے۔ یہ کتنا تکلیف دہ ہے۔ جس دل و جگر پر
یہ ناسور ہو وہ کیونکر جیتا ہوگا۔ اس کو سورج کی روشنی۔ چاند کا نور۔
فضا کی آزاد اور خود مختار ہوا کس طرح چین لینے دیتی ہوگی۔

کائنات میں ہر شے حر ہے۔ ہر مخلوق کو آزادی و حریت حاصل
ہے آسمان کسی کا تابع وار نہیں۔ اس کے ستارے اگرچہ فطرۃً اس کے
قانون پر چلتے ہیں مگر کسی اپنی جنس کی اطاعت ان پر واجب نہیں
ہووا آزاد مطلق ہے۔ پانی کو کسی پانی کی ماتحتی سے سروکار نہیں
آگ اپنی خودی کی خود مالک ہے۔

عناصر سے جو موتیں جانداروں بے جان بنی ہیں وہ بھی سب اپنی جنس
کی خود مختار ہیں اور حیات خود اختیار نہ رکھتی ہیں۔ **ف** آخرتہ مظلوم
مشہور ہے کوا اس کو ستانا ہے۔ مگر وہ بھی کوتے کی محکوم نہیں ہے۔

ہندک کو سانس کو سانس کو مور مور کو آدمی
 ہلاک کر ڈالتا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ ان میں سے کوئی کسی کا زہر
 فرمان ہو اور بغیر حکم فرمانروا کے زندگی کا کوئی سانس نہ لے سکے۔
 کمزور اور راہگیروں کے پیروں میں کھلی جانے والی چوٹی بھی
 حریت کی تاجدار ہے کوئی اس کا ہم جنس حاکم نہیں۔ ایسا جو
 اس کی جنس کی آزادی کا مالک ہو اور جس کی مرضی کے بغیر وہ خدا
 کی زمین پر حرکت نہ کر سکے۔

مگر آدمی حریت سے محروم ہے اس کا دعویٰ اشرف المخلوقات
 جب اپنی اس پابندی کو دیکھتا ہے تو آہ کہہ کر کلیجہ تھام لیتا ہے
 اور اس نے اس کے دل و جگر میں یہ ناسور ڈالا ہے جو گھڑی گھڑی
 اندر ہی اندر انسان کے اطمینان و تسکین کو دکھ دیتا ہے
 اور کسی گھڑی چین نہیں لینے دیتا۔

غیب کی صدا آتی ہے کہ اب مرہم بھیجا جائے گا۔ اب ناسور
 کے بھرنے کا زمانہ آئے گا

جو سنتا ہے وہ مایوسی کے عالم میں پوچھتا ہے۔ الہی وہ کب آئیگا
 وہ کیوں کر ہوگا۔ اس سے کہو یا پوس ہو۔ جذبات نظم میں سامنے
 آیا۔ شر میں صورت دکھائی۔ عمل میں بھی ان کے جلوے نظر

آرہے ہیں اور یہی وہ آئینے ہیں جن میں اصلی و پوری تحریرت
کی تصویر جو مرہم نامہ سوز ہے نظر آسکتی ہے۔

حسن نظر نامی

جدید ترتیب

علامہ اقبال

ہویدا آج اپنے زخم پہاں کر کے چھوڑو گنا
 دکھاؤ دنگا میں او ہندوستان نگرہ فاسکو
 جانا سوچو شمع دل کو سوز پہاں سے
 نہیں ہو چہ وحشت میں اٹا خاک زندا نکا
 شہر کی منت نذاں میں پست خود بھی
 مگر غم جو کی صورت ہوں دل درو آشنا پیدا
 ابھی مجھ دل جلے کو ہم فیرو اور رنے دو
 مجھے او ہمنشین رہے دو شغل سینہ کاوی
 اگر آپس میں اڑنا آج کل کی ہے سلمانی
 اٹھاؤ دنگا نقاب عارض محبوب یک نگی
 دکھاؤ دنگا جہاں جو مری آنکھوں کو بکھاؤ

اگر دور کے محل کو گلستاں کر کے چھوڑو گنا
 کہ اپنی زندگانی تجھ پہ قرباں کر کے چھوڑو گنا
 ترقی ظلمت میں ہیں روشن چراغاں کر کے چھوڑو گنا
 کہ میں اس خاک سے پیدا ہوا ہوں کر کے چھوڑو گنا
 مگر تیرا خواباں زنداں کر کے چھوڑو گنا
 چمن میں مشت خاک اپنی ریشیاں کر کے چھوڑو گنا
 کہ میں سارے چمن کو شہنشاہ کر کے چھوڑو گنا
 کہ میں داغ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑو گنا
 مسلمانوں کو آخر مسلمان کر کے چھوڑو گنا
 تجھے ہر خانہ جنگی ریشیاں کر کے چھوڑو گنا
 تجھے بھی صورت آئینہ حیراں کر کے چھوڑو گنا

جو تیرا درد تھا تاکا ہے اسنے میرے پہلو کو
 تیری اقدار نے توڑا میری دوست بازو کو

فسیر

جناب فقیر و ہوی

<p> رہیگا تو بھی نہ دنیا میں شادیاں عتیاد گئی ہے آہ رسا سوسے آسمان عتیاد کمانہ گھونٹ ذرا کھول انگلیاں عتیاد اس آس پر کہ تو ہے اپنا قدرواں عتیاد یہی تھا قول ترا تھی یہی زباں عتیاد کہ آج لٹتا ہے ہستی کا کارواں عتیاد زمانہ کس پہ اٹھاتا ہے انگلیاں عتیاد مٹے ہوو کا مٹانا ہے کیوں نشان عتیاد ستم تو جو ترا جی چاہے کر یہاں عتیاد مٹائے گلشن حرص و ہوا خزاں عتیاد منقول قتل کی دیتا ہے دھمکیاں عتیاد </p>	<p> اجار کر مرا گلشن سے اشیاں عتیاد سنبھل کہ گرتی ہیں اب تجھ پہ کلیاں عتیاد زبان حال سے کچھ تو بہن بھی کہنے دے وفا شعار ہے تیرے جاں نثار ہے کرم کے بدلے جو ہوتا ہے اب ستم ہم پر صلا و وفا کا ترے در سے یہ ملا ہم کو قصور کس کا ہے خود سوج لے ذرا دلیں کچھ اپنے وقت کی بھی یادگار مٹو دے یہ یاد رکھ کہ خدا کو بھی منہ دکھانا ہے خدا کرے نہ پھلے نخل آرزو تیرا وہ دن گئے کہ ہمیں زندگی کی حشر تھی </p>
---	--

غضب کی ہیں تیری جاو و بیایاں فقیر
 کہ اپنی بھول گیا ستر انیاں عتیاد

درسن و ف

جناب نیاز ستجوری

حکم یہ ہے کہ قلب میں شور میں عا ہوں
 قطع گے گارہ بھی اور تیش نہیں ہمیں
 سی دئے ہونٹ تاکہ یہ رحمت گفتگو مٹے
 آنکھ حنور میں ہیں غرض فنا کا شوق ہی
 انکا وقار پر غرور رخصت گفتگو نہ دے
 کرتے ہیں فوج عام وہ اور غرض ہے مفقود
 ان کو رو اسے غرض ساری ملا دیں خالی میں
 ان کی جھانپیں تو ہمیں جب ملال بھی ہوں
 چھوڑیں نہ وہ کانی تاکہ افسہ ہمارے واسطے
 کیسی امید دل دہی کیسی توقع کرم

آہ ہونٹاں ہوشیوں بر ملا ہوں
 خوف یہ ہے کہ داغدار انکی کہیں قبا ہوں
 ہاتھ ہے قطع تاکہ پھر ناز کش دعا ہوں
 ان کو یہ زعم ہے کہ لب آہ کہیں کھلا ہوں
 لب پہ ہزار درد کا کوئی لئے فسانہ ہو
 باب حرم پہ کوئی سر چھپر کبھی جبہ سا ہوں
 حق عبودیت اگر ہم سے کبھی ادا ہوں
 اپنا نیاز بھی انہیں جو رکھا اک پہانہ ہو
 حکم ہے پھونک دو اگر باغ میں شیانہ ہو
 جبکہ زباں ہی واقف لذت التجا ہوں

پیش سے داغدار ہوا لاکھ ہلال کی جہیں
 دست صلیب سے ہیں اس کا مار گلہ ہوں

الفتاب حریت

ستید ہاشمی فرید آبادی

بہت سمجھا کیا میں صبر و خاموشی کو واثقی
بہت دن و لہو کو مصلحت جانا کیا لیکن
بھڑک ہو جن میں پیدا تر ہے قلب سے ظاہر
ہو غیظ و غضب کا آنکھ کی رگ گسے بہ نکلا
کیجے پر لگا گولہ نہ جگر پر چل گئے آرسے
تپ عیرت کی آتش میر و آتش میں بھڑک اٹھی
سے ہر سانس سے اک لہذا یہ حریت اٹھا
بیکر میخانہ اپنی رہو ہاں بوس نامروی

بہت کہتا رہا کچھ کرنے سکے کو شکریا
ہر اسے ہمنشین میری طبیعت خوش آتی
نفس میں تپ کی ٹھیکار ہو بھول کی آرائی
گرج خال پکٹ کر مرا عثمائی نومی بھائی
بجوشیل موج خوں میرے سینے سے نکلتی
سوا حجاب نے لت بچٹ کیا یوں حشر کا
سے ایک ایک دین نے حقیقت کی قسم کھا
مجھے خود اعتمادی نے پنہاں تاج و آرائی

بس اب میں اپنا ملک نفس کا سلطان مطلق ہوں

بس اب ہے آج سے آغا ز میری کار فرمائی

مصر اور ہندوستان کے مسلمان

علامہ اقبال

کل ایک شہریدہ خواب گاہ بنی پرور کے کہتے ہاتھ
کہ مصر و ہندوستان کے مسلمان ملت ہر جہاں

یہ ارکان ہم منسوب ہزار ہا ہیں ہمارے
تخت پر یہ شہان جو ہیں اتری قوم کو
بنائیں کیا زندگی گذرتی ہی ہندو تباہ ہوتی
فریب نہیں ہے اگر جنہوں نے اپنا شمار کیا

ہمیں جلا ان سے اسطہ کیا جھٹو اٹھ رہے
مسافرانِ حرم کو ظالم رہ کلیسا و کھارے ہیں
قتیل جو رو جھٹے ہیں شہید باز و اولاد ہے ہیں
وامن کی رہ گزیریں مال صورت نقش پر ہے ہیں

سنگ اقبال کون ان کو یہ آئین ہی بد لگتی ہو
نئے زمانہ میں آپ ہم کو پرانی باتیں سناتے ہیں

عصر

علامہ اقبال

نہ سلیقہ مجھ میں کا ہم کا نہ فریب مجھ میں خلیل کا
میں اٹھ سوختہ درگاہ تو پریدہ رنگ مہدو
مرا عیش غم مر شہد ہم مری بود ہم نفس عدم
ترجی اکیسین اگر تر تو خیال قصہ و غمانہ کر
کوئی آئی طرز طواف نے مجھے اے چرخِ حرم تبا
گلہ جانی و نامہ کہ حرم کو اہل حرم سے ہے

میں ہلاک جا دوئی سامری تو قتل شہید آوری
میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم و لبری
ترا دل حرم گرد و عجم ترا دیں خریدہ کافر می
کہ جہا نہیں ناں شیر پر ہے ملاقات جیدی
کہ تر تنگ کو کھیر عطا ہو دی شربت سمندی
کسی تباہے میں بیاں کروں تو کہے غم ہی ہری

اگر ملے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم

وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جس میں دماغ سا ندی

وَعَا

علامہ اقبال

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے
دیکھا ہی جو کچھ میں نے اور نہ کو بھی دکھا دے
اس شہر کے خور کو پھر دست صحرانے
اس داویہ پہیا کو وہ آبلہ پا دے
اس محل خالی کو پھر شاہدیلی دے
وہ دماغ محبت دے جو پانہ کو شرمائے
خود داری ساحل دے آزادی ریاضے
سینوں میں ابلا کر دل صورت مینا دے
ہر ذل کی شورش میں اندیشہ فردا دے

یار بے لاسم کو وہ زندہ ممتا دے
پھر ادبی فلاں کے ہر ذرہ کو چمکا دے
محروم تماشا کو پھر دیدہ مینا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوتے حرم لے چل
آتش منشی جس کی کانٹوں کو جلا ڈالے
پیدا دل دیراں میں پھر شورش محشر کر
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشان کو
رفت میں مقاصد کو ہمدوش شریا کر
بے لوث محبت ہو بے باک صداقت ہو
احساس عنایت کر آثار مصیبت کو

مین مہیل نالا ہوں اک اجڑے گلستاں کا
سائیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

سنت سجاد

حضرت علامہ فخرالہ آبادی۔ زمانہ قید

آنکھ ہے محو تجلی وصل سے دل شام ہے	قید میں بھی طبع بے خود ہر طرح آزاد ہے
پیرایں مجھ کو پہننے میں ذرا وقت نہیں	باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

ہندوستان سے خطاب

نامعلوم

سنا ہر درویش کھتا ہے اور ہندوستان تو بھی	جگر کے خون کو دیکھتا ہوں پلوں کا نشان تو بھی
ہم ان ہر راٹھیا بلبلوں نے اپنے نالوں سے	دکھا انداز محشر ہو کے سر گرم فغاں تو بھی
ستم پنجاب میں غم جو تیرے بچوں پہ ٹوٹے ہیں	بہت کچھ سن چکا ہوں انکی زنجیریں استاں تو بھی
دکھا اپنے جگر کا داغ جو شراب سے سورج کو	بنام شرق کو مغرب درزیں کو آسمان تو بھی
غلط انداز ہیں صید افکنوں کے بے ایمانوں کو	کمال اک تیر ترکش سے کہ کھتا ہوں کہاں تو بھی

سخی ہے ہم نے نُن پان کے گرجا کے گھنٹے کی
بجا مندر میں سنگھ اور سجدوں میں مئے ازاں تو بھی

یہ کیسا دس ہے جن دس کے ہم رہنے والے ہیں	اگر قمار بلایں اور خطایہ ہے کہ کالے ہیں
---	---

غنمت تھا قفس میں لاد پر کا پھر پھر الینا
چلتے ہیں عمارتیں داغ دل اس طرح رہ رہ کر

مگر صبا وے انہوں نے بھی نوح ڈالے ہیں
لہکتے ہیں اداؤں سے خیابانوں میں لائے ہیں

پڑے تھے پاؤں میں گاندھی کے جو محرابے غریب ہیں

ہلے یہ درختاں داغ ہلے دل وہ چھالے ہیں

خون شہیدان

ایک فاسف کے قلم سے

نہیں مٹا نشانِ خون کبھی نابینا قاتل سے
چمکتا ہے آئینے کے چشمانِ بیتیموں سے
اسی کا ایک قطرہ بحر کو خونِ ناب کرتا ہے
شفقِ نیکر فلک پہ سوز و شب موج و رہتا ہے
یہی موج کے رہتا ہے سدالائے کے پیلے ہیں
یہی رنگِ خنابن کر کسی دستِ قلم میں ہے
وہاں زخم سے پہ کر کچھ ایسا رنگ لائے
یہی خونِ ستیجہا ہے نخلِ برباد و منت کو
غذا پا کر اسی سے کشتِ قوی پھول لاتی ہے

لکھی جاتی ہے ایک تھمرِ خون میں خونِ نسل سے
غیاں ہو آبِ گوہرِ شبنم یہ لعلِ بدخشاں سے
یہی روش میں آ کر قلب کو قیاب کرتا ہے
اسی سے دامنِ چرخِ کہن آلود رہتا ہے
اسی کا نورِ روشن ہو اندھیرے میں اجالیں
یہی گلگندہ نیکر رنگِ رخسارِ صنم میں ہے
کہ سیرانی سے اس کی لہجہ غلامِ لہجہ لائے
اسی سے زندگی ملتی ہے قابِ لہجہ بیکار کو
یہی وہ موت ہے جس سے یہ دنیا جان جاتی ہے

اسی خوں کے نشان ملے ہیں قہرِ مونی تری
عجب کیا ہو گر خونِ شہیداں کچھ دکھا جائے

جھلک اس کی نمایاں ہے ہر ایک جاندار ہستی میں
تن بچان میں شاید پھر سہارا جان آجائے

بنا کر نہ خوش رہے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند اس عاشقانِ پاک طینت را

بانگِ جرس

مولانا آزاد سبجانی

مرضِ حسرتِ جوی رہا ہر فریبِ کائے نازکھا
عبث ہے غمِ کا یہی جو کرا تا تھا وہی کیوں
معاے عیسیٰ کی فکر کیا ہے مرضِ غم بھی تو چاہی جینا
اٹھو اٹھو سوئے ہو ماحقِ پیامِ بانگِ سن لو
خبر کی کو نہیں کسی کی برائے کیونکر مروجی کی
وہ سگِ عناب لڑ گیا ہے کہو قیدیوں خیر مانگیں
یہ کشمکش بھی عجب ستم ہے اوہ خدا ہے اوہ ستم ہے
یہ تیغ پھر آج کیوں کھچی ہے غمین مد نظر ہو کسکا
نزاعِ دیرینہ ٹپک چکی ہے امیدِ نو میدی وفا کی

وہ آج رخصت ہے دستوں سے جو اے غنیمتِ زبا
تجھے نہ آتا تھا ہوشِ غافل یہ ساغرِ آتشیں چڑھا کر
جو زندگیِ خضر جی رہا ہیں موت ہے موت کی دوا کر
بڑھو کہ کوئی بلارہا ہے نشانِ منزل دکھا دکھا کر
میں اسکی تلاش میں ہوں وہ موحیت ہے پاس آ کر
قتلہ کی تلوار کھچ چکی ہے قہم شہیدانِ غم کی کھا کر
اوہری اک سے نقابِ جلوہ دہر تھکتی ہے منہ چھپا کر
وہ کوئی عالم میں گیا ہے جو آج ہو گا شہید آ کر
اسیرِ آزاد ہو چکا ہے قلاوہ زندگی ہٹا کر

شمشیر کف پایا خنجر بہ کمر دیکھا

حضرت اکبر الہ آبادی

گردن کے ستم دیکھے ابرو ٹرا ہوا گھر دیکھا
اب آنکھ اٹھانا ہے ایمان کی بربادی
تقدیر مخالف کی تدبیر ہوئی قاتل صر
کتبیر ہی اچھی تھی تقریر میں تھے جھگڑے
اس عہد میں اکبر میں اس کو ولی سمجھا
وہ کیا کی یہ زینت عقیقی کے ہیں وہ وعدے
جیتے میں انہیں کی تھی غرت کہ جنہیں ہم نے
دربار میں ماڑو باموتی میں تب آب آئی

دیکھا تو نہ جانا تھا ناحہ پار مگر دیکھا
اس بت کی نظر دیکھی اور اس کا اثر دیکھا
مکن تھا جو کچھ ہم سے سب سے وہ کر دیکھا
ترک اس کو کیا ہم نے جس شور میں شہر دیکھا
تھوڑا سا بھی کچھ جس میں اللہ کا در دیکھا
غافل نے دھڑ دیکھا غافل نے دھڑ دیکھا
شمشیر کف پایا خنجر بہ کمر دیکھا
بنیا ہوئی آنکھ اس کی جب اشک سے تر دیکھا

بے چین ہے دل و باغ حسرت کے ابھرنے سے
امید کی شاخوں کا آئینہ شہر دیکھا

تو وضع اپنی یہ قائم رہ قدرت کی مگر تعمیر کر
گوئیہ اعلیٰ محدود کر اور اپنی ہی حد مقصود ہے
باطن میں اچھ کر ضبط افکار اپنی نظر سے کازباں
تو خاک میں مل دیا گ میں جل جہنم بنے تکامل

وے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر کر
رکھ دہن کو ساتھی فطرت کا بند آہ وراثت کر
دل جوش میں فریاد نہ کر تاشیر دکھا تعمیر کر
ان خام لوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر کر

دعوتِ درو

جناب نیاز مفت پیوی

<p>اٹھو دلِ احت طلب پیدا سر شوریدہ کر چھوٹک دے محفل کو اپنے شعلہ آواز سے مسمومہ آسا اہل بنیش کی نگاہوں میں سما شور پدا کر جہاں میں نالہ بے تاب سے کر کے عریاں شمع ہستی کو دکھا اس کا فروغ ہاں زمانہ ویر کہ لے رفعت تری شکل ملال</p>	<p>آپ بھی غمیدہ ہو ادروں کو بھی غمیدہ کر گرمی ہنگامہ سے ہر قلب کو تفتیدہ کر ذرہ ہستی کو اپنی اور بھی سائیدہ کر نغم ہائے سینہ کو اپنے نغم پاشیدہ کر یعنی نذر شعلہ غم جامہ بوسیدہ کر اور بھی اپنے تن کا ہیدہ کو کاہیدہ کر</p>
---	---

کارواں کی چشم خواہیدہ کا ہو جاوردنو
جب وہ سرگرم نگاہ ہو تو بن جاوردنو

<p>ساقی اچھر جلوہ پیرا ہو اسی انداز سے طائرِ سدہ ہماری خستگی پر کر نظر جہانک لے پھر پردہ برویسانی سے ذرا وہ صدی خوانوں کے نغمے سرورِ باز آہ ہمنوا ہوں غیر کا میں بھی بھلا ممکن کہاں محو کر دل سے خطا دل داگانِ حسن کی</p>	<p>زندہ کر دے اہل محفل کو انکی اعجاز سے زور بازو گھٹ گیا پر رہ گیا پرواز سے پھر سکھا طرزِ فغاں چشمِ نوا پرواز سے ہو گئے نا آشنا اپنے پرائے ساز سے جب کراہا تک نہیں جاتا ہاں آواز سے روٹھتا ہیویں بھی کوئی عاشقِ جان باز سے</p>
---	--

سر اگر ہم کو دیا ہے سرفروشی بھی سیکھا
مے عنایت کی تو پھر وارفتہ ہوشی بھی سیکھا

مسلم خوابیدہ

دولت دنیائے ہاں دولت اسلام لے	اپنے علم و فضل کی گرتی عمارت تھام لے
فیض اشراق نڈتی ہے تری تہنیر میں	اپنی فطرت سے کچھ اوہتی سے غافل کام لے
یا علم بر وار علم و فضل بن کر نام کر	یا نہ پھر غرناطہ و اشبیلیہ کا نام لے
ہے اثر و دانی و رازی کا تیرے خون میں	اس سے اٹھ کر کام لے اور داو فیض عام لے

ہے فضائے دہر ذکر و شغل سے پر بدم
مسلم خوابیدہ ماٹھ تو بھی خدا کا نام لے

مقصد حیات مسلم

جناب مولانا اسلم جیراجپوری

وہر میں مسلم ہے حق کی آزمائش کے لئے	امتغہ ایماں نہیں ملتا نمائش کے لئے
اکھول اس غیر تکد سے میں ویدہ تحقیق کو	ویکہہ زندان بلا میں یوسف صدیق کو

یہ مشہور نظم مولانا اسلم صاحب جیراجپوری نے مولانا شوکت علی و محمد علی صاحبان
کے نظر بندی سے رہا ہونے کے بعد علیگڑھ آنے پر پڑھی تھی۔

گریہ جبر آزمائے حضرت یعقوب دیکھ
سروریں ستید کوئیں محبوبِ خدا
سرزمین کر بلا کی سمت بھی کر لے نگاہ
آزمائش ہے نشانِ بندگانِ محترم

روحِ سرسا ابتلا سے یونسِ ایوب دیکھ
وِشمنوں کے جو یہیم سے ہوئے گھر سے جدا
خاکِ خوں میں دیکھ لے انشِ حسینِ پنا
جانچ ہوتی ہے اسی کی جبر ہوتا ہے کرم

اس کسوٹی پر پھر کھوٹے کی ہوتی ہے تینر
جھیل کر زنداں کی سختی ہوتے ہیں یوسفِ عزیز

کشتیِ حق اب ہے طوفانِ حوادث میں پڑی
اب نہیں کوئی یہ شوکت اور محمد کا سوال
آبروئے ملتِ بیضا کے ہے مٹنے کا ڈر
حائلِ بارِ امانتِ ملتِ اسلام ہے
شاہدِ اقوامِ عالم ہے یہی حینِ التام
زندگیِ مسلم کی ہے حق کی حمایت کے لئے
سختیوں پر سختیاں غیروں کی وہ ہتھکڑی
حق پر سختوں کے لئے راحت یہی آزار ہے
نامِ سیدی رحمتِ حق سے ہر کیاں کا قصور

اتحان کا وقت ہے، اور آزمائش کی گھڑی
اگر ہے شوکتِ دینِ محمد پر زوال
اس کی ہستی ہو رہی ہے موردِ خوف و خطر
اس سے قائم آج دنیا میں حُسنِ کلام ہے
فرض ہے اس کا کہ یہ حق پر ہے ثابت قدم
منہج ہے وہ سارے عالم کی ہدایت کے لئے
امرِ حق جو کچھ ہے اس کو بر ملا کہتا رہے
آتشِ نمرود ابراہیم پر گلزار ہے
مل نہیں سکتا ہے ہرگز وعدہ اتمامِ نور

مولانا محمد علی

نورِ حق شمعِ الہی ہے بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہے خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

مولانا شوکت علی

خیرت مطہری فدک ڈاکٹر انصاری جہا

یہ مشہور علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے ڈاکٹر انصاری جہا کے طبی و فکری جنگ
بلقان سے اپنی ریکھی تھی ایک ایک مصرعے سے روگردان ہو کر رہا ہے

اٹھارتے ہیں ہم شکر جناب حضرت باری
تہراؤں کوں جا کر بھائیو کی تہنہ خدمت کی
فراق ملک ترک خانماں و دوری منزل
تمہارے روکنے کیواسے ہنکامہ آرا تھے
نگاہ حسرت آلود عزیزاں کی سناں بازی
مگر ایک خدیجہ اسلام نے سبکو شکستیں دیں
جو سچ پوچھو تو تم انصاری بھی ہو اور مہاجر بھی
کسی کو خواب میں بھی یہ سعادت مل نہیں سکتی
جو سچ پوچھو تو زیلے مہین و عوائے آفاقی
تمہارا نماز اٹھائیں اہل ملت جس قدر کم ہے
تمہیں کچھ جاں نوازی ہے اسلام کی سمجھو گے

کہ آئے خیریت سے مہمان وند انصاری
یہی تھا دردِ اسلامی یہی تھی رسمِ غمخواری
خدا کے فضل سے تہنہ یہ کرپاں جھیل لیں ساری
صدائے نالہ ہائے دردِ جوش گریہ و زاری
فغانِ سینہ ریشیاں محبت کی شہرِ بلندی
کہ سب کو چھوڑ کر پہنچے وہاں باایں گراں باری
کہ سب اہل وطن کو چھوڑ کر پہنچے بے یاری
مریضوں کے لئے وہ آپ کی شہا بیداری
کہ تم نے کی ہے ترکانِ مجاہد کی پرستاری
کہ تم نے کی ہے ترکانِ مجاہد کی پرستاری
کہ تم دیکھ آئے ہو نصرائیوں کی طرزِ خواخواری

نہیں ہے سوزِ اسلامی کا گونا گونا گونا نشان باقی
مہتابِ نخل میں ہیں کچھ درو کی چنگاریاں باقی

مسلمانوں کے تہمتے طالع و آڑوں بھی دیکھے ہیں
مہتابِ درو دل سمجھیں گے کیا ہندوستان اس
یتیموں کے سنے ہیں نالہ ہائے جاگیرِ اتم نے
گھرؤں کو لوٹنے کے بعد زندوں کو جاوینا
مسلمانوں کے قتل عام اور ترکوں کی بربادی
مہتمم نے غازیوں کے جسم پر پائے لگائے ہیں
مہتابِ حشمِ غیرِ غیر خود ہم سے یہ کہتی ہے
لوہ کی چادریں کبھی ہیں حصارِ شہیدان پر
نگار آریاں دیکھی ہیں چشمِ گوہرِ افشاں کی
مہتمم سے کچھ پتہ ملتا ہے شہیدانِ ملت کا
جنوں جو شِ اسلامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے
سہارا ہے اگر امید کا بھی اب کوئی باقی
عجب کیسا ہے یہ پیرِ غرق ہو کر پھر اچھل آئے

نئے سب انقلابِ گروشِ گروں بھی دیکھے ہیں
کہ تہمتے وہ مظالم ہا گونا گوں بھی دیکھے ہیں
زبان بے نوا کے چہرہ مخمرں بھی دیکھے ہیں
بلا و مغربی کے یہ تہمتے قالوں بھی دیکھے ہیں
نتائجِ ہائے امیدِ گلابِ سٹوں بھی دیکھے ہیں
شہیدانِ وطن کے جامہ برخل بھی دیکھے ہیں
کہ تہمتے وہ مصائب ہا گونا گوں بھی دیکھے ہیں
زمین پر بارہ ہائے سیدہ برخل بھی دیکھے ہیں
شہیدانِ وفات کے عارضِ گلگون بھی دیکھے ہیں
کہ تہمتے شاہدِ اسلام کے منقوش بھی دیکھے ہیں
کہ تہمتے لیلیِ اسلام کے مجنوں بھی دیکھے ہیں
تو تم نے وہ رموزِ قوتِ مکنوں بھی دیکھے ہیں
کہ ہم نے انقلابِ فتحِ گروں بھی دیکھے ہیں

وہاں کہنہ سالان ہے اگر مقبولِ یزوانی
تو اب دستِ عباس ہے اور یہ شبلیِ نعمتانی

نوجوانِ مسلم کا خطاب لیدروں سے

لیڈروں گروہوں میں قانون شکن رہنے دو
تم وفاداری کے چٹے سہ ہو میرا بے تو خیر
تم ہو کر عیشِ محبت تم مبارک تم کو
دوستی مجھ کو تمہاری نہیں درکار ذرا
جنہذا عیشِ لبوں پر ہے تمہارے تو سہی
برصغیر کے اندھیرے سے ہو دو تم آپ
کون کہتا ہے کہ اس راہ میں تم خون بہاؤ
تم نہیں الفتِ اسلام میں جاں باز تو خیر
تم اگر محنتِ زنداں سے بچے ہو تو بچو
خیر تم اپنی منانے ہو ہمیشہ تو مناؤ
جلبِ زر کی تمہیں معلوم ہے تدبیر تو خیر
تم ہو غرت کے طلبگار تو دھونڈو اس کو

ہے اگر میرے لئے دار و رس رہنے دو
میں ہوں اس آب سے گشتہ دہن رہنے دو
میری نعمت میں ہے گریج و محن رہنے دو
میرا دشمن ہے اگر چرخِ کہن رہنے دو
میری پیشانی پہ غصہ سے شکن رہنے دو
میں نہ دیکھوں جو سعادت کی کن رہنے دو
ہے سیاست کی اگر راہ کٹھن رہنے دو
میں نے باندھا ہے اگر سرِ کفن رہنے دو
میں اگر نہ سکوں سیرِ چین رہنے دو
گرمے دل میں ہے ملت کی چین رہنے دو
میں نہیں جانتا اگر ایسا جتن رہنے دو
میری ذلت ہے جو شہورِ زمین رہنے دو

ہے جو منصوبہ تمہارا وہ مبارک تم کو
مجھ کو محبوب ہے اپنی ہی مشن رہنے دو

حقیقت منتظر

علامہ اقبال

<p>کہ ہزاروں سجدے تڑپے ہیں مری جبین نیاز میں مرے جرم ثنائے سیاہ کو ترے عفو مندہ نواز میں نہ وہ غرنوی میں اتنی ہونہ چمکے لفظ الہ میں کہ طن ہے دشمن آبر و تو امان ملک حجاز میں نہ ملکت و خضر کو وہ نشاطِ عمر و راز میں</p>	<p>کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں نہ کہہں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی نہ عشق میں ہیں گر میانہ حسن میں شمع خیال کوئی آج مساختہ جاں کو یہ عاکے میرا پیام و تجھے کیا سنائے ہمنشین ہمیں تیرے جہاں فراملا</p>
--	--

تو بچا بچا کے نہ رکھا سے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
 جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے لگاؤ آئینہ ساز میں

عندلیب حجاز کی نذر

سیر گنبد دالے شہنشاہ کے حضور میں

<p>جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا نظامِ کہنہ عالم سے آشنا نہ ہوا سمندِ عمر کو اک اور تازہ یا نہ ہوا</p>	<p>گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامہ زمانہ ہوا قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن ہوا ریشیق اجلِ اشتیاقِ آزاوی</p>
--	---

فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے مجھ کو

حضور آیہ رحمت میں لے گئے مجھ کو	
کلی کلی ہے تری گرمی نواسے گداز فتادگی ہے تری غیرت سجود نیاز سکھائی تجھ کو ملائکے رفعت پر وار	کہا حضور نے اے عندلیب باغ حجاز ہمیشہ سرخوش جام دل ہے دل تیرا اڑا چو پستی و نیاز سے تو سوئے گردوں
	نخل کے باغ جہاں سے رنگ بویا ہمارے واسطے کیا تحفہ لیکے تو آیا
ملاش جس کی ہے وہ ندگی نہیں ملتی وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی	کہا یہ میں نے کہ سچی خوشی نہیں ملتی ایمان مہر میں ہیں یوں تو رنگ رنگ کے چھو مگر میں نذر کو اک آب گینہ لایا ہوں
	جھکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں ظالمیں کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں
<h2 style="text-align: center;">شہر آشوب اسلام</h2> <p style="text-align: center;">علامہ شبلی نعمانی</p>	
جراغ کشتہ محل سے اٹھیکا دھواں کتبک فضائے آسمانی میں اڑینگے دھجیاں کتبک کہ جیتا ہے یہ رُکھی کا مرض سخت جان کتبک	حکومت پر وال آیا تو پھر نام و نشان کتبک قنائے سلطنت کے گرفتار کر دئے پیرے ملکش جاچکا فارس گیا اب دیکھنا یہ ہے

یہ سیلاب بلا بلقان سے جوڑتا آتا ہے	سے روکیگا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کتنک
یہ سب ہیں رقصِ لہلہ کا تماشا دیکھنے والے	یہ سیران کو دکھائے گا شہیدِ پنجاب کتنک

یہ ہیں وہ نالہ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے
یہ آگ ان کو سنا بیگمِ نیم ناتواں کب تک

کوئی لے چھپے کہ لے تہذیبِ انسانی کا ستارہ	یہ غم آرائیاں تاکے یہ حشرِ انگریزیاں کتنک
یہ جوشِ انگیزی طوفانِ بیداد و بلا تاکے	یہ لطفِ اندوزی ہنگامہ آہ و فغاں کتنک
یہ ماتم کو لوہاروں کی تیزی آزماتی ہے	ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کتنک
نکارستانِ خوں کی سیرِ گرم نے نہیں دیکھی	تو ہم تم کو دکھائیں زخمِ ہائے خوچکاں کتنک
یہ ناگرمی محفل کے سماں چاہئیں تم کو	دکھائیں ہم تمہیں ہنگامہ آہ و فغاں کتنک
یہ ناقصہ غم سے تہا راجی بہلتا ہے	سنائیں تم کو اپنے مددِ دل کی آستیاں کتنک
یہ ماتم کو شکوہ ہے فلک کے شکستہ سالی کا	ہم اپنے خون سے سنچیں تمہاری کھیتیاں کتنک
عروسِ نجات کی خاطر تمہیں رکاوٹ افشاں	ہم سے ذرا ہائے خاک ہونگے زرفشاں کتنک
کہاں تک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ یابوئی	دکھاؤ گے ہمیں جنگِ صلیبی کا سماں کتنک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رنگاں ہم ہیں
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام و نشان کتنک

زوالِ دولتِ عثمانِ زوالِ شریعت ہے	غریب و فخرِ نرِ زند و عیال و فاماں کب تک
-----------------------------------	--

خدا راتم یہ سمجھے بھی کہ یہ طبایاں کیا ہیں

نہ سمجھا اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیتاں کبتک

پرستانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اُسے
جو گونج اٹھیں گے عالمِ شورِ نافوسِ کلیسا سے
بجھرتے جاتے ہیں شیرازہ اور اوراقِ اسلامی
اکہیں اڑ کر یہ دامنِ حرم کو بھی نہ چھو آئے

تو پھر یہ احترامِ مجددہ گاہیں قسریاں کبتک
تو پھر یہ نعمتِ توحیدِ گلاباںک ازاں کبتک
چلیں گی تند بادِ کفر کی یہ اندھیاں کبتک
غبارِ کفر کی یہ بے مہابا شوخیاں کبتک

حرم کی سمت بھی صید افکنوں کی جنگاں ہیں
تو پھر سمجھو کہ مرفانِ حرم کے آشتیاں کبتک

جو ہجرت کر کے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں ہیں
اکہیں اب کیا کہ دامنگیری ہندوستان کبتک

دعوتِ عمل

جناب میر نیرنگ۔ انبالہ

بھٹے بلبل رنگیں نو سو بھی ہے گلین کی
یہ تیرے آٹے ترچھے چار تنکے شاخِ گلبن پر
یہ کچھیں باغباں صبا دیہ تیرے کرم سرا
سنبھالے اپنے پر پر ترے سب ہم صیفیوں نے
مراک تو ہی غافل ہے مالِ کارِ گلشن سے
پرانے برگ و گل سب چھانٹے جائینگے خیاباں سے

مگر مجھ کو پڑی ہے فکر تیرے آشتیاں کی
کبھی سے بھلیاں ہیں فکر میں انکے حلائے کی
لے بیٹھیں ہیں دل میں حیرتیں تیرے مٹانے کی
ہر اک نے فکر کی ہے اپنے اپنے آشتیاں کی
اترے حصہ میں آہیں غفلتیں سارے زمانے کی
لگی ہے باغباں کو دھن نیا گلشن بنانے کی

نئے پوئے نئے لڑنے گلبن نئے تختے
 قفس بھی دم بھی مقرر غن بھی بالکل نئے ہونگے
 حالت ہے تو تجھ سے باغ اب چھوٹکا چھوٹا
 اگر گلشن میں رہنا ہے بدلے تو بھی ہٹنا پنا

نئی شہرین بنیگی اب چمن میں آنے جانے کی
 نئی ترکیب ہوگی تجھ کو بھندے میں بھنانے کی
 بینگی سازِ عبرت حسرتیں تیرے فسانے کی
 سماعت اب نہیں ہوگی کسی حیلے بہانے کی

نہ باتے ترا و بل غ سازِ آشتیاں کروں
 چو کردی زندگی باید حکم باعناں کروں

سمجھ لے ہم فتن جو کچھ کہا میں نے اشار دین
 نئی حالت ہے دنیا کی نرالا رنگ مہتی ہے
 جہاں کل غارِ حش تھے وہ جگہ بصرِ حش
 مگر تیری وہی عادت ہی حالت مہی مہن ہے
 ہر ایک کشتِ عمل شاہِ فیضِ تمدن سے
 نہ سمجھے اب بھی جو کوئی وہ سمجھے اپنی خوش فہمی
 نئے حال کو دیکھ اور سنبھل گزندہ رہنا ہے
 غضب ہے آج تیری غفلتیں بسوائے عالم ہوں
 خدا ہی حافظِ اصر ہے تیری قوم بے کس کا

سنائی ہے تجھے تیری کہانی استعاروں میں
 نئے گل گل ہے ہر گلشن میں لالہ زاروں میں
 تبدیل ہو گیا ہے صحنِ بیتاں خاروں میں
 نہ وہ مچھل نہ وہ ساقی مگر تو ہے خاروں میں
 چمن تیرا ہی کملایا ہوا ہے ان بہاروں میں
 زمانہ کہہ چکا سب کچھ اشاروں میں کنایوں میں
 نہیں تو خود کو زندہ گارنا ہو گا ہزاروں میں
 سمجھتے تھے تجھے ہم شہم کل تک ہوشیاروں میں
 شمار اسکا ہے مدت سے عواش کے شکاروں میں

غمِ دیروز و دشتِ کردہ حیرانِ متناہا
 گر تھے ہم رہانت منزلِ سامانِ فرواہا

تلافی مافات

فخر قوم مولانا ظفر علی خاں

<p>خوب جی بھر کے سر ایدو روگے دیکھ چکے اپنے شیرازہ ہستی کا بھیسرا جانا برقِ تلیث کا توحید کے گھر پر گرنا ترک کے طرہ طرار کا جھک جھک جانا خاک کاورنہ و طبروق کے گھر پر اڑنا مصر کے سینہ صد چاک کے پرزے اڑنا صفتِ ماتم اودھرا ایران کے اندر مچھنا ستم ایجاد ہی بلقان کی لکھتے ہوئے شرح</p>	<p>ہم غریبوں کے سیٹھانہ کا دیراں ہونا اپنی جمعیتِ قومی کا پریشاں ہونا ظلمتِ کفر میں ایمان کا پہناں ہونا چاک و اماں عرب کا بہ گریباں ہونا خون میں مشہد و تبریز کا غلطاں ہونا ہند کے دیدہ عنناک کا طوفاں ہونا اور مراکش میں اودھرا شتر کا ناں ہونا بینی کی طرح مرے خامہ کا لزاں ہونا</p>
---	---

<p>یہ مسلمان ہیں اس جرم میں کرد و انہیں قاتل خانماں سوختہ مسلم کی متناؤں کا خانقاہوں سے مشائخ کا گھٹیا جانا کبھی جن پر وہ نشینوں کی نہ اٹھتی تھی نقاب یوں تہہ کر کے ہیں آپ کو اب ہے منظور</p>	<p>دشتِ بلقان میں یورپ کا یہ فرماں ہونا دشتِ غربت میں سرِ اسمیہ و حیراں ہونا اور مساجد میں صلیبوں کا نمایاں ہونا ان کے ناموس کا بازار میں عریاں ہونا جنگ کو روکنا اور صلح کا خواہاں ہونا</p>
---	--

کی مرے قتل کے بعد اس نے جہا سے توبہ
ہا سے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

پیام

علامہ امتیاز

تو اپنے پیہن کی چاک تو پہلے رنو کر لے	کچھ کیوں فکر ہے اگل دل چاک بیل کی
جہان رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے	اگر منظور ہو تجھ کو خراں نا آشت نار ہن
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے	تمت آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
انہیں یا بند یوں میں حاصل آزاوی کو تو کر لے	صنوبر باغ میں آزاد بھی ہیں یا بگل بھی ہیں
نہ رہ منت کش ساتھی نگوں جام و سبو کر لے	تمک نغشی کو استغنا سے پیغام خجالت دے
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیب گلور کر لے	ہیں یہ شان خود داری چمن سے توڑ کر بجو

چمن میں غنچہ رگل سے یہ کہہ کر اڑ گئی شبنم
مذاق جو رگلچیں ہے تو پیدا رنگ و بو کر لے

ایمان

حضرت اکبر الہ آبادی

دل شکستہ میں ایمان رہ سکے تو رہے	اجاڑ گھر میں جو یہ جہان رہ سکے تو رہے
----------------------------------	---------------------------------------

ہماری نرم سے رخصت ہے مولت و طقت
بغیر ان کے جو ایمان رہ سکے تو رہے

دل صغیف کو چارہ نہیں ہے کفر سے اب
مگر زبان مسلمان رہ سکے تو رہے

جذبات جوہر

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر پرنسپل آزاد قومی یونیورسٹی علی گڑھ کے زمانے
نظر بندی کے اوکار و واردات

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد	ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو	باقی ہے موت ہی دل بے درغا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے	میرا ہو بھی خوب ہے تیری غما کے بعد
لذت ہنوز مادہ عشق میں نہیں	آتا ہے لطف جرم متناسر کے بعد
قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے	اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد
ممکن ہے نالہ جبر سے رک بھی سکے مگر	ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

ہے کس کے بل پہ حضرت جوہر یہ رکشی
ٹھونڈھیں گے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

سہ رنگ میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ	دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کا مزا دیکھ
ہے سنتِ ارباب و فاصبر و توکل	چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دایانِ خدا دیکھ

دشت و غربت میں اکسا! تو نہیں تو
تو پلیر ابیابیل سے ہرگز نہیں کمزور
یہ نور خدا کا ہے کجائے نہ بجھے گا
ہوں لاکھ نظر بند و عابد نہیں ہے
ہو حسن طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
عقبی تو کہاں! نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیک

بطحا کے مہاجر کا نقش کف پاؤں
بچا لگی یہ اپنی نہ جاشانِ خدا کو کہہ
کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آؤ بھی بچاؤ کہہ
اللہ کے بندوں کو نہ اس درجہ سناؤ کہہ
ہو صدق طلب پھر اثر آو رساؤ کہہ
اس کا فربہ فیض سے دل تو بھی لگاؤ کہہ

سوئے کا نہیں وقت یہ ہوشیار ہو فاضل
زنگ فلک پیر زمانے کی ہوا وہ کہہ

شورِ عالم کے لئے تیار رکھ گوشِ عراو
خرم عاشقی ہے خود اپنی کامیابی کی لہریں
ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے نور بھی ظلم و ستم
آر و پید نقش سے ہم کو آزاد چین
دعوتِ شریکان کی جھپٹا نہیں نہ باقی ہو سکت
کیا رہیں کو فاتحہ دلو او یا کرتے ہیں ہم
آج تک ہر ایک کنعانی سے شہرت مہر کی

ہے شرِ احش یہ ہنگامہ مبارکباد کا
نام بھی لینا نہ ہرگز کوششِ برباد کا
کچھ بھی باقی ہو جلتا نام جو صلہ بیداد کا
پاس کافی ہو چکا اب خاطرِ صحتِ او کا
ایسے دیوانے کے گھر کیا کام ہو فضاؤ کا
ہے اثر اتنا ہی یادِ خفتِ بے خداؤ کا
فیض سے حسرت کے ہو گا نامِ فیضِ آباؤ کا

ہو گئے جو ہر یہ کیسے بندہِ دائمِ فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرتِ آواؤ کا

یہ جو زلالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے وہ ہم عیش و روزہ کے بھی منکر نہیں لیکن تاخیر میں کچھ ہرج نہیں یہ تو بتا دو اغیار کو ہولناکی آغا از مبارک نے سائل دولت میں غرت کے طلبگار	یہ سلم نہیں نلم خدا اور ہی کچھ ہے ایمان شہرہ کرے بلا اور ہی کچھ ہے ہے تد نظر وصل ہی یا اور ہی کچھ ہے انجام محبت میں مزا اور ہی کچھ ہے اس دور کے فقیروں کی صدا اور ہی کچھ ہے
--	---

یوں نیک چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہوگی
پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے

یا وطن نہ آئے ہمیں کیوں وطن سے دور اگر بوت گل نہیں نہ سہی یاد گل تو ہے کہہ بھی ہاں نہ خیر تامل کا بس چلا سے بند کر بل سے بھی قرب یزید بھی یوں بچ سکو مواخذہ حشر سے تو ہاں مسلم اجل سے دور نہیں روز کر بلا منہار غنڈیپ کو صیت اوسے چکا نمک جو دور جام پھر آئے تو کیا عجب	جانی نہیں ہے بے چین کیا چین سے دور صیا و لا لکھ رکھے قفس کو چین سے دور روح شہید رہتی ہے نفس دھن سے دور اور جاہستے ہیں یہ کہ نہ ہوں بختن سے دور مارا دیار غیر میں ہم کو وطن سے دور رہتا نہیں برات میں ولہا و ولہن سے دور لانا کہ گوش گل ہے لب لہ زن سے دور یہ بھی نہیں ہے گردش چرخ کہن سے دور
--	---

شاید کہ آج حسرت جو ہر نکل گئی
اکب لاش تھی پری ہوئی گور و گھن سے دور

خونِ سبِ غم

جناب محوی لکھنوی

<p>ہمارے بڑا ہی بہت افرائے ستم پھری شہیدوں کا ٹرپنا لوٹا دیکھا نہیں جاتا کیا جالبہ شک ہم پر ہمارے گریہ و غم کا حکومت ہم پر ہو سکتی ہو نہیں سکتی مٹے اپنی ہستی کو کہانتک کوئی گھٹا گھٹا کہانتک کوئی ظلمتوں سے دنیا کے ستم جھلے یہ جینا بھی کوئی جینا ہے اور جو بایں آسائش</p>	<p>کہ چپ ہنسنے پر بھی ملتا ہے اب لڑیم غداری مگر ممنوع ہے اس دور میں اظہارِ غمخواری اگر کس طرح اپنے بھائیوں کی ہم عزاداری کوئی روکے تو کہو نہ کہ چشمِ دل کی گریہ وزاری نہیں ہو صبر کی اب تاب لے آئینِ خود داری کہانتک کوئی دیکھے جائے اپنی ذلت و غاری بن آغواں سے چمک ہو وقتِ بیداری</p>
--	---

تری برادریاں دیکھی نہیں جانی ہیں اب ہم
خدا کے واسطے اٹھ اور ہو آزاد اس علم سے

شیوہ اعرار

علامہ آزاد سبجانی کانپوری

<p>دیکھہ بدنام کہیں شیوہ اعرار نہ ہو شورِ مفسور نہیں گر رسن دوار نہ ہو</p>	<p>ہدفِ جہدِ جفا جان سے بے زار نہ ہو اتحان ہے سببِ شہرتِ اربابِ کمال</p>
--	--

طالب خانہ نشین برق صفت گھر سے نکل
 تیکوہ بنے ل اگر اس میں خودی کا بستے
 جو ہیں آنے لگے نطف و جنایت کے مزے
 جلوہ افزو ہر ایک جلوہ میں ہے جلوہ یار
 حلق میں لائی ہے آزاد اسیری کی کشش

منظور یہ کہیں جلوہ دیدار نہ ہو
 عرش و کعبہ سہی ہی گریخت پندار نہ ہو
 بیت ہم یار میں محض کرم یار نہ ہو
 کیا شکا ہے اگر اس پہ بھی دیدار نہ ہو
 بھاگ اس دلم سے ناوان گرفتار نہ ہو

مسلم سے خطاب

غلام محمد صاحب قلم اہم سے مراد

مجھے اوسلم عذیرہ ہے یہ نیک کیوں پیاری
 ہزاروں قافلے یاں لگے قوامید و قوم کے
 مسائے روگ تیرے طیب جاگ بچانے
 سنکے نوئے کمریاں مقبروں میں جھک رہے ہیں
 کبھی زہم طرب و ہم تھی تیرے شبتاں میں
 کبھی گوش بہا نہیں شور تھا تیرے تمدن کا
 ضعیفان جہان کو ایک دن تو نے سنبھالا تھا
 خرابات جہاں میں فتنہ رشتہ ہو گیا آخر
 تجھے علوم و اوج شرافت کا ہمسا ہوتا

مگر خواب چل کی ہے تجھے منظور پیاری
 نہ سیکھا تو نے لیکن بے خبر میں ہنسی
 کہاں سے اب لگائی تو نے دل کو تازہ جاری
 تیرے عالم تیرے دعا غلات تیرے تارے قاری
 نصیب شمنان ہے اب تو گھر میں غراوری
 غصے ہو گئی اب سے بھی جھکو پیاری
 سنبھالنا ہو تجھے بشارت آج اندر و دواوری
 بھانے باور اختیار تیرا تیرے غور داری
 ہے جھکو مانع پر دربال پر کی باری

یہ سب کچھ ہے، مگر زیب انہیں حکوہر اسانی
 اگر غیش ہے تو بزم گل تہذیب مغرب پر
 تری مشکین خاطر ہے کافی شاہ بطحا
 جگہ سے گزراں میں تیرے قرباں میر نالوں کو

کہ تیری سحر کی پھر نظر ہے رحمت باری
 مگر لازم ہے کچھ کو بارغ مذہب کی ہولاری
 بتان مغربی سے تیری نبھ سکتی نہیں باری
 کہ تہذیب فلوری ہے لداوونکی دلاری

بیانا گل رافشا نیم در ساغر اندازیم
 فلک یاقوت بھگوانیم و طرح نو در اندازیم

انجام وفا

علامہ آزاد سبجانی - کانپوری

نتیجہ کس کیس جوش وفا کا
 سینہ اہل وفا میری کہانی
 وہ پرکارن نگاہ سے کھیلتے ہیں
 مٹا دے یاس تو اس کشمکش کو
 مر مر واد الفت پوچھتے کیوں
 خدا پر چھوڑ دو انجام کشتی
 ملک سے رشتہ الفت بند ہے
 مزاج لا ابالی اور جوانی

پیام آیا ہے پیغام جفا کا
 نیا مقتدر ہے انجام وفا کا
 ادا سے کام جاری ہے قضا کا
 یہ کب تک معرکہ بیم ورجا کا
 نتیجہ کیا بیان ماحبرا کا
 قدم کیوں درمیاں ہونا خدا کا
 نشانہ میں رہا ہوں ہر بلا کا
 حسد احافظ ہے ناموس حیا کا

حدیث ضبط پروانہ ہے بے وقت	زمانہ ہے نشان بر ملا کا
جناب عشق ہے سرکارِ وحدت	مٹاؤ منہ سرقِ تحت و بوریا کا
خدا کے بعد تم کو چاہتا ہوں	یہ نقشہ ہے مری منہ و دلا کا
نکل آؤ ذرا پردے سے باہر	عقیدہ مٹ رہا ہے اب خدا کا

مرا آزاد پھر با بندم ہے
وہ پھر محتاج ہے لطف و عطا کا

انقلابِ زمانہ

حضرت اکبر الہ آبادی

جب یاس ہوئی تو آہوں نے سینے سے نکلتا چھوڑ دیا
اب خشک مزاج آئیں بھی ہو میں دل سے بھی مچلتا چھوڑ دیا
تاوک فگنی سے ظالم کی جھل میں ہے ایک سنٹا لٹا
مرغانِ خوش الحان بولے چپ آہوں سے اچھلتا چھوڑ دیا
کیوں کبر و غرور اس دور پہ ہے کیوں دوستِ فلک کو سمجھا
گردش سے یہ اپنی باز آ یا یارِ رنگ بدلتا چھوڑ دیا
بدلی وہ ہوا گرا وہ سماں وہ راہ نہیں وہ لوگ نہیں
تفریحِ کہاں اور میر گنج گھر سے بھی نکلتا چھوڑ دیا

وہ سوز و گداز اس محل میں باقی نہ رہا اندھیر ہوا

پروانوں نے طہنا چھوڑ دیا شمعوں نے لگیلنا چھوڑ دیا

ہر گام پر چند آنکھیں نگراں رہ موڑ پر ایک لمبیں طالب

اس پارک میں آخر اکبر میں نے توہلنا چھوڑ دیا

کیا دین کو قوت ہیں یہ جواں جب حوصلہ افزا کوئی نہیں

کیا ہوش سنبھالیں یہ لڑکے خود اس نے سنبھلنا چھوڑ دیا

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشان سب قائم ہیں

اللہ کے بندوں نے لیکر اس راہ میں طہنا چھوڑ دیا

جب سر میں ہوائے طاعت تھی رہ سہر شہر امید کا تھا

جب صرصر عصیاں چلنے لگی اس پیر نے پہلنا چھوڑ دیا

گرفتار نفس امید رحم باغیاں کبتک

مولانا محمد الدین اعظم گیاروی

بچے اب بے خبر ہو گئی نہ فکر آشیاں کبتک

گرفتار نفس امید رحم باغیاں کبتک

ہر گام اپنے دروازے چمن کا نو غمیں کبتک

یہ فریاد و غماں سے بے خانماں کبتک

جو ہر گلشن میں ہنسا ہوا استحقاق حاصل

نئے سر سے کراہا دستہ خود چمن گلشن کو

انجہانی کران کی جوئے پوسے گلشن میں
اگر ابا ن نہ ہالان چن کی آبیاری خود
بچا رہی قوت نشوونما سے خود یہ اُبھرے گے

ہنسی سایہ افکن اب یہ سوکھی الیاں کبتک
تری غنمات رکھی گی ان کو پالان اں کبتک
رکھیگا ان کو تو محتاج دست باغبان کبتک

کن آغاز عمل اس قصہ عہد کھن تار کے
پے دہشتگی اس شغل رزم و آجہن تار کے

علاج قوم کرتا ہے تو کچھ دردناک ہوجا
اگر آزاد ہو کر کچھ کو اس گلشن میں رہنا ہے
مخالف ہو سوا دشمن میں ہیں درِ طوفان ہے
ہو پالان ہنر کی طرح پستی میں تورہ کر

سراپا درد ہو کر درد کی اپنے دوا ہو جا
تو مثل سر پہ اپنے پانوں پر خود ہی کھڑا ہو جا
خدا کا شمع قومی کا اپنی ناحت دا ہو جا
بلند بہت بنانے کو عالی حوصلہ ہو جا

بچشم ہمدردی ان چمن اعزاز پیدا کن
ربانی گریہوں واری پر پرواز پیدا کن

وہ اندازِ فغاں ہے بلبل دگر پیداکر
بہارِ گشت اختیار پر کیوں جان دیتا ہے
بجائے ملکہ چرخِ سپر سرگرم گل ہو جا
کرے گا قوم میں کیا جوش پیدا نالہ و شہون

تڑپ اسٹھے دل صیا دو وفا پیر پیداکر
خود اپنے وقت میں شادابی کثیر پیداکر
زبان حال بن خاموشی تصور پیداکر
غرض لغز کے مشق لغزہ بخت پیر پیداکر

زباں کی سرف تیزی سے نہیں کچھ کام ملے گا
کوئی جوہر بھی دل میں صورتِ شمشیر پیداکر

تجھے کیا گل اگر چھو لے مجھ کو کیا کر بہار آئی

جناب شیر حسین قدوائی از انگلستان

شکستہ دیکھتے ہی گل کو یہ بیل پکار آئی مرے میں وہ ہیں جن جنال سے اکبر چھوٹے اجاڑا آٹیاں میرا کھائے بال پر میرے وعا میں بھی مریوں نے لگا دیا اب اٹھا ہیں خارا اور ٹھاروں کو اس گلشن کی ہمت روانہ کی گنت میں نہیں فرستے غفلت قفس میں تو ہے بیل میں ہو گل سو دانا	شیر عشق پر آٹھ چمن میں پھر بہار آئی مجھے تو موت بھی اس زندگی میں بار بار آئی اور اب آکر یہ کہتے ہیں بہار آئی بہار آئی گرائی سر پہ آفریں بارق بھٹا رہا آئی جو ہم آئے خزاں آئی جو غیر آئے بہار آئی مری آواز نہ ہر گوشہ میں یہ جا کر کیا آئی تجھے کیا گل اگر چھو لے مجھے کیا کر بہار آئی
---	---

بست اور فنا

سید محمد حسین صاحب جنون لکھنوی

۱	ہمارا ب کی گزریں گے نہ تم صیاد گھر میں ہمارے مرنے رہتے ہیں بت اللہ کے گھر میں	۱	میں کچھ چمن بول سے گر ہو گا مقدر میں فنا کریں گے ہم اک نعصرہ اللہ اکبر میں
۲	تو آخر تو میں میں کلمہ گو یاں پیسہ میں	۲	مری ہستی وہ تھی وہ محافظہ خدا جس کا

جلا کر ایک ن چھوڑینگے شعلہ آہ سوزاں کے کبھی رٹنے پہ آئے تو دُبو دیں گے زمانے کو نہ تم پر جان دے ہم نہ یوں برباد ہو جاتے ہماری حسرت پر ازل کے سخت مشکل ہے	لگا دینگے کسی دن آگ ہم صیاد کے گھر میں پھیلے نوح کا طوفان ہمارے دیدہ تر میں تماشہ دیکھتے ہیں ہم لگا کر آگ خود گھر میں نہ طاقت اپنے بازو میں نہ قوت اپنے ہاتھ میں
---	---

مناک پر وہیں شکل بقا ہے نظر آئی
سماں پر ہے سودا شہادت جنوں سہری

سید ارفی ہند

جناب لالہ لال چندر صاحب خٹک

مبارک ہند کی بیدار ممت ہوتی جاتی ہے جگایا ہوا ہے شام چھپنے سے پہلے دیکر شعاعیں ان پہنچیں ہند میں مہر ترقی کی سچے لو شکایتیں سب وراپنی سہ نوالی ہیں اٹھا غفلت کا پردہ اپنے دل سے بعد تیرے	نمایاں ہند یونہی اب خست ہوتی جاتی ہے دلوں کے ابرو دور غفلت ہوتی جاتی ہے رؤ چکر ہمارے گھر سے ظلمت ہوتی جاتی ہے کہ مائل قوم پر اپنی طبیعت ہوتی جاتی ہے نمایاں ملک کی اب ہم میں نفرت ہوتی جاتی ہے
--	--

رتنی پر ہے ان فزوں فلک پر چار دیو کا
پائے دیش کی چیزوں سے نفرت ہوتی جاتی ہے

حیاتِ تازہ

جناب ابرار شہید عبد المجید خاں صاحب رسالہ کائنات و احوال و امور زمیندار

عظمتِ فتنہ جو چاہے تو جگر پیدا کر اسی پانی سے ہری کشتِ تمنا ہوگی تاکے طوقِ غلامی میں رہے گی گردن رونگے بے پروائی پہ نفس میں کب تک مٹے کے جو خرمِ دشمن پہ گریں برقِ منت رہیبِ گوشہ نشین خفسِ سرہوش نہیں تیرے دل میں ہو اگر شوقِ جمالِ مطلوب لیکے خورشید جہاں تاجِ مقراضِ شعاع	زور بازو میں دعاؤں میں اثر پیدا کر ابرنیاں کی طرح ویدہ تر پیدا کر جس میں سوائے حکومت ہو وہ سر پیدا کر ہے اگر خواہش پرواز تو پر پیدا کر نارک میں اپنی وہ جان ز شر پیدا کر رہنما کوئی ہیٹ سے غریب پیدا کر چشمِ بینا میں تجس کی نظر پیدا کر وہن شب میں گریبانِ بحر پیدا کر
---	--

روشن گارشِ اسلام دو بالاکر دے
اس سیمہ خانہ عالم میں آجا لاکر دے

چند خدا لکنتی باتیں

از زمیندار

جاک کر ڈالے ایماں کا پرانا جامہ	زیب تن کیجئے پوشاکِ فاواری کی
---------------------------------	-------------------------------

سینہ برچی سے چھد حلق پہ ملوار چلے
 آپ اگر چاہتے ہوں خان بہادر بننا
 کوئی روئے کوئی چلائے مگر آپ کو کیا
 جن سر و نہر یہ ہے کیا ہی مبارک ہیں ہر
 قوم کو باغی و مفید کا لقب دے دینا

کچھ ہو لیکن نہ کٹے ناک و فاداری کی
 رات دن بوٹ ہر انگریز کے چوہا کیجئے
 گیت گا گات گورنمنٹ کے جھوٹا کیجئے
 ہوں عہدہ راعی از کا بھوت اچھا ہے
 خیر خواہی حکومت کا ثبوت اچھا ہے

مرغان قفس کو پیام

جناب سید علی محمد صاحب شاو عظیم آبادی

دھونڈھو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
 قفس پر جس کی حسرت و غم اسے ہم فتنوہ خواب ہیں ہم
 میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل
 دریائے محبت کہتا ہے آکھہ بھی نہیں نایاب ہیں ہم
 اے شوق پتا کچھ تو ہی تباہ تک یہ کرشمہ کچھ نہ کھلا
 ہم ہیں ہے دل بیتاب نہاں آپ ل بیتاب ہیں ہم

مرغان قفس کو پھولوں نے اسے شاد بہ بہلا بہلا ہے
 آجاؤ ہم کو آنا ہے ایسے میں ابھی تباہ ہیں ہم

مرغِ محرم

جناب نیاز فتحپوری

پھر مجھے طوق و سلاسل کا نیا لگانے لگا	پھر مجھے مرغِ محرم رو رہ کے ٹپانے لگا
پھر نگاہیں ہو چلا واسن مرے ملبوس کا	یعنی اشکوں میں مرے پھر رچوں آنے لگا
سینہ عریاں میں چوئیں پھر اکھر آنے لگیں	پھر گریباں تک مراد ست جنوں جانے لگا
پھر دی ہے ناخن غم انداز کی کاوشیں	پھر مجھے دردِ نہاں کچھ آج ٹپانے لگا

پھر بہار آئی چین میں زخمِ دل آسے ہوئے
پھر مرے رواجِ جنسِ آتش کے پرکالے ہوئے

عقل کہتی ہے کسی کی پروہ داری چاہئے	دل یہ کہتا ہے مہربانے قرار چاہئے
اکسو سمجھاؤں کہ تجرید و فاک جرم ہے	اس میں پہلے عہد کی ناستواری چاہئے
صلحت فرماتے زانچرم دل ظاہر نہ ہو	یہ کہتا ہی نہیں خونِ لبہ باری چاہئے
ہے سکون اک طور کا خاموشی زنداں میں بھی	مجھ کو لیکن بختِ فریاد و زاری چاہئے

جی مرا پھر نیٹھے نیٹھے آج گھبرانے لگا،
یعنی دیواروں سے میں پھر سر کو ٹکراتے لگا

سراپور زمانہ

حضرت اکبر الہ آبادی

نبات ملت بگڑ رہی ہے لبوں پہ ہے جان مر رہے ہیں
مگر طلسمی اثر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا ابھر رہے ہیں
اوہ مر رہے قوم ضعیف و بیکیں اوہ رہیں کچھ مرشدانِ خود ہیں

اوہ نشان اس کامٹ رہا ہے وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں
کٹی گئی اتحادِ ملت رواں ہو میں خونِ دل کی موجیں
ہم اس کو سمجھے ہیں آبِ صافی نہا ہے ہیں نکھر رہے ہیں
صدائے اتحاد اٹھ رہی ہے خدا کی اب یاد اٹھ رہی ہے

دلوں سے فریاد اٹھ رہی ہے کہ دین سے ہم گزر رہے ہیں
مقصد ہے کم ہمتی کا جس میں پڑے ہیں کچھ دانہ ٹائے شیریں

اسی پہ مائل ہے طبع شاہینِ بال ہیں اب نہ پر رہے ہیں

شمعِ ہدایت

فخر قوم مولانا ظفر علی خان

وہ شمع اُجا لا جس نے کیا چالیں برس تک غاروں میں

اک روز چھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گزارش و سما کی محفل میں ہوا کہ لاما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو ستیادوں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ دروں سے حل نہ ہوا

وہ راز اک کملی واسے تہا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دوکان فلسفہ سے

دھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآن کے سید پاروں میں
ہیں کریں ایک ہی مشعل کی بوکڑ و عمر و عثمان و علیؓ

ہم مرتبہ ہیں یاران بنی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

باقی ہے اک سوز نہاں اب تک نشان عاشقی

سید الاحرار مولانا حسرت موہانی

حسرت کشان درد ہیں تشنگان عاشقی	سیراب غم کروے کہیں سہرمنان عاشقی
مطلوب آہ و سہر ہیں محبوب نگ زدو ہیں	منشوق اہل درد ہیں ہم عاشقان عاشقی
ہیں وقت انجام ہم کیوں ہیں انہیں لازم ہم	جب تک ہیں ناکام ہم ہیں کامران عاشقی
پہلو عیاں ہیں ہمارے تشکین جان زار کے	آنسو ہیں چشم ہمارے روج روان عاشقی
راحت سے دل گھبرا گیا رہ کے غم باو آئے گا	کیونکر چھلایا جائیگا عیش زمان عاشقی

منظور دل اسی رہا لطیف نہان دلبران
وہ ہم کہل نہ دل کہاں البتہ آنا ہی کہاں

مقصود سوانی رہی شان نہان عاشقی
باقی ہے اک سوز نہاں تب تک شان عاشقی

سب از حق افتا کیا حسرت یہ تو نے کیا کیا
ہم کو نہ کیوں سمجھا کیا ناقد روان عاشقی

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

جناب نیندت برج نرائن چکیت

یہ مہندوستان ہے ہمارا وطن محبت کی آنکھوں کا تارا وطن
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ اس کے درختوں کی تیتاریاں وہ پھل پھول پودے وہ پھلوریاں
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

ہو امیں درختوں کا وہ جھومنا وہ پتوں کا پھولوں کا منہ چومنا
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ ساون کی کالی گھٹا کی بہار وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوار
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل کے مور وہ گنگا کی لہریں ، وہ جہنم کا زور
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

اسی سے ہے اس زندگی کی بہار وطن کی محبت ہو یا ماں کا پیار

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

رباعی

سلامت شہابی علیہ الرحمۃ نے آخری ایام زندگی میں طلباء و زندہ کو مخاطب فرما کر یہ رباعی پڑھی تھی۔ میرے نوجوان بھائیوں کو اس کو غور سے پڑھ کر سبق حاصل کرنا چاہئے۔

کئے تھے ہم نے بھی کچھ کام جو کچھ ہم سے بن آئے
اور توجہ یہ ہو کچھ امیدیں ہیں ہم سے ہیں
یہ قصہ جب کاہی باقی تھا جب عہد شباب اپنا
جواں ہو تم اب بام آچکا ہے آفتاب اپنا

مسلم سے خطاب

راہ معلوم

کچھ تو سوچ لے مسلم ناواں تجھے کیا ہو گیا
شک کے ہاؤں لہند آئے تو بیانی گئی
آج دشمن بھی تری تقدیر پر خوں رو گئے
یہ گل تر بھی نظر کی رہ میں کاٹا ہو گئے
شک کے ہاؤں لہند آئے تو بیانی گئی
خود ذرہ کارزار زندگی پر تل گیا
آج دشمن بھی تری تقدیر پر خوں رو گئے
یہ گل تر بھی نظر کی رہ میں کاٹا ہو گئے
پھر نہ کہنا تم بہت بیزار مجھ سے ہو گئے

نیل آدم پر ہوا ہے عرصہ آفاق تنگ
صاحبان خشک و تر بندہ کے پوئے ہو گئے

پل بلقان چل

جنگ بلقان کے موقع پر سید ہاشمی فرید آبادی نے اکثر بہترین نظموں میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا انہیں میں سے ایک یہ مشہور نظم ہے

تاج کے سارے جنوں شتاق آہنگِ عمل	تاج کے رخِ زرد و اکھیں خنجرِ بچکانِ دلِ مضحل
شمتہ غیرت کا ہے گریباقی تو چل بلقان چل	دعویٰ ایمان رکھتا ہے تو ایہومن بھل

ہو فنا گر ہے بھلائے جاوداں کی آرزو	جان سے لاکھوں گئی مہنگی بے تیری آبرو
شمتہ غیرت کا ہے گریباقی تو چل بلقان چل	سو گوار میٹھے ظاہر کی نہ کر ملتین تو

سو تامل کر کہ جو اس زندگی کا ہے آل	چھوڑ دے بے روح لوگوں کیلئے یہ اعتدال
لطف مرنے کا اگر چاہے تو چل بلقان چل	مشکلیں کسکی بہ کہاں کی روک و کیسا آل

چھوڑ بیری سکو کی ہو رہیں اضطراب	تاکجا اکیسائی اب سن پیامِ انقلاب
لطف مرنے کا اگر چاہے تو چل بلقان چل	وہ جی کیا فرما کہ خود فطرت تجھ کو دیکھ جواب

ٹرکی سے خطاب

مختر قوم مولانا ظفر علی خاں

تو ہمارے واسطے سرمایہ صد ناز ہے ہم اگر شکستہ رہیں تو پر پرواز ہے تو اسی ساز بلند آہنگ کی آواز ہے جس کی رحمت امت مرحوم کی مساز ہے سُرِ کون و مکان کا یہ بھی اک اعجاز ہے	جیسے اے ٹرکی ہمارا برسرِ اعزاز ہے ہم اگر بیدست و پا ہیں تو ہے خضر و تکیہ گو نجفی تھی محفلِ عالم کبھی جس ساز سے ہم گزرنے والے آقا کا ہے تو جبار و بکش تلم ہے قائم گرا تک دہر میں اسلام کا
--	--

عشقِ طیبہ دل میں سو داسر میں استنبول کا
ہم سلماؤں کی ہستی کا یہ اصلی راز ہے،

کعبہ میں آگے منہ بہت کدہ بن گیا حرم

زنگٹ کھاؤ یں مہیں بزم کے سوز و ساز کا جوش ہے کائنات میں خمکِ وہ مجاز کا مسلم دل و گار کے نالہ جاں گداز کا ترکِ فلک کو حکم ہے اک نئی ترکِ باز کا حلیہ نہ چل سکا کہیں جان بہانہ باز کا	آج ہوا ہے اجتماعِ قدس میں اہلِ راز کا اجہوم ہے میں نشہ میں جن ملائک و بشر کا فلحانہ ہو مجاہدِ عرش سے بامِ فرش تک غرتِ حق کی بجلیاں کوندی ہیں ہر طرف ہند ہوا چلے ہو مصر ہو یا عراق ہو،
--	---

مشرقیوں کے واسطے سایہ ہو عین آفتاب
کعبہ میں آگے صنم تابدہ بن گیا حرم
ہر ہر اقبال ہے لیکن اسے پوچھو ضرور
تاب نہیں جو سن سکوں کچھ اسکو مختصر

فلک رہے یہ مغربی اور نظر نواز کا
قبلہ ہی وہ نہیں رہا رخ ہو کہ صحر نماز کا
ہم کو یہی اشارہ ہے ان کی نگاہ ناز کا
قصہ بہت طویل ہے کفر کے حرم و آزار کا

وقت و واگزر گیا عہد و عا ہوا قریب

نامیہ مریض کو اذن ہوا بیت از کا

ہم شتگان معرکہ کانپور میں

علامہ شبلی نعمانی

کل مجھ کو پسند لاشہ بیاں پڑے نظر
کچھ طفل خور و سال ہیں چپ ہیں دگر
آئے تھے اس لئے کہ بنائیں خدا کا گھر
کچھ نوجواں ہیں بے خبر شہر شباب
آگھٹا ہوا شباب یہ کہتا ہے بیدریغ
سننے پہ ہم نے روک لئے برچھپونکے وار
ہم آپ اپنا کاٹ کے رکھ دیتے ہیں جو ہر
کچھ ہر کہنہ سال ہیں دل وادہ فنا

دیکھا قریب جا کے تو زخموں کے چور ہیں
بچپن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بے قصور ہیں
نیند آگئی ہے منتظر نفع صور میں
ظاہر میں گرچہ صاحب عقل و شعور ہیں
مجرم کوئی نہیں ہے مگر ہم ضرور ہیں
از سبکہ مست باوہ ناز و غرور ہیں
لذت شناس فوق دل ناصبور ہیں
جو خاک غل میں بھی ہمہ تن غرق نوبیں

پوچھا جو میں نے کون ہو تم آئی یہ صدا
ہم شنگارن - مسرکہ کا بنور ہیں

ایک حقیقت

مختر قوم مولانا ظفر علی خاں

کسی نے تو ہتیا لیا ہے مرا کو،
جہاں میں حکومت ہے طاغوتوں کی
نہ اپنے نہ اسلام کے کام آئی
اگر کسی کوئی دم میں غیرت کی بجلی
سجاسے جس کا لکھنا ہوں شجر
میرے چارہ گر ہیں جناب محمد
گداز اور رقت سے خالی ہوا دل
عبث ناز کرتے ہیں ہم اب تار پر
نمل گرم ہی ہیں تو ہم حشر کے دن
وہ نور حقیقت رسول خدا نے
چمکتا ہوا سارے مشرق میں پھیلا
پھر اس نے کیا مغربی کشوروں میں
کوئی تا کتا ہے پڑا پرشیا کو
بھلایا ہے بندوں نے اپنے خدا کو
یہ شکوہ ہے جان حزیں سے قضا کو
وہ بھٹ کر رہے ہیں مری التجا کو
ہنیں درد پر کوئی حق اس دوا کو
وہ سرکار کافی ہے میری شفا کو
اثر رو رہا ہے ہمارے دعا کو
ہمیں دیکھنا چاہئے انتہا کو
دیکھائیں گے منہ جا کے کیا مصطفیٰ کو
منور کیا جس سے فارحسرا کو
کیا روشن اس نے تمام ایشیا کو
جدا نقش و الیل سے دوائے کو

ضلالت کی شبائے عاشق کی ظلمت

نہیں میٹ سکتی ہے اس انجلا کو

ہے سلم کے سینے میں یہ نور پنہاں
اگر اکھ ہٹ جائے پھر یہ شرارہ
مگر شرط منقل فروزی یہی ہے،
کیا ہم سے جو وعدہ قراں میں تو نے
کرا انصاف تو ہی کہ کیا یہ رواب ہے
معلق ہو کوہِ غم اسلامیوں پر
بس جانے پھر تیری رحمت کا بادل

شر آگ میں جس طرح چھپا ہوا
زمانے کی منقل کو آتش نما ہوا
کوئی حجت منتظر روکنا ہوا
بہت جلد وہ وعدہ یارب وفا ہوا
ذلیل اس طرح امت مصطفیٰ ہوا
مہیبت میں چھوٹا بڑا مہیبت نما ہوا
پھر اسلام کا باغ یارب بھرا ہوا

ہو یہ طنطنتِ سر زینتِ گوشِ مسلم
کہ نقشارہ اسلام کلج رہا ہوا

بربادی سلم کا غم شہیدانِ ستم کو

لا املہم

میں جو گذرا طرفِ عالم روحانیت
ان کے چہروں پر گماں مہرِ نظر تاب کا تھا
کفنِ نور یہ ہر یک پر نور افکن بود

نظر آئے مجھے دس بیس شہیدانِ ستم
ان کی پیشانیوں پر صبحِ ازل کا عالم
ہوئے کافور جہاں بود دماغِ آرام

<p>جا بجا خون کے چھنیے تھے کفن پر اتنے برصفا جسم کفن میں جو نظر آتا تھا خاک آلود تھے بال اور بدن خون آگیں ان کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی زری مایوسی ان کی حالت پہ مجھے حسرت و حیرت ہوئی</p>	<p>بسی دم پھول پہ چھا جاتی ہے جیسے شبنم شمع فانوس کا نظارہ تھا گویا باہم آہر پیکر تصویر تھا نقش سالم مجھ پر کشمکش روح تھے نقش بہیم پوچھ بیٹھا سبب کثرت اندوہ و اطم</p>
--	--

اپنی ہستی کو جو دنیا میں مٹایا تم نے
 کچھ خدا سے صلہ ظالم بھی پایا تم نے

<p>اُن کے پیکر کو ہوئی نقش ہستی اکبار ہاتھ رکھ کر مرے سر پر یہ کہا آہستہ ہمیں خالق سے ملے یہ شہادت کا صلہ رائے دن سینکڑوں خدمت کیلئے جو ہیں باہیں دے مسلمانوں کو ہم سب کی طرف سے یہ پیام شرف اندوز ہوئے زبالت و پیدار سے ہم خلش رفتہ سے وہ پانی ہے لذت ہمیں ہے پریشانی خاطر جو بایں اطمینان</p>	<p>اور بڑھا میری طرف ایک جدِ خاکسیر آسمان میں تجھے ہم حالت جانِ مضطر کہ ہمارے لئے ہے جنت فردوس میں گھر بہرہ اندوز ہیں نعلئے کرم سے اکثر کہ ہیں روئیں نہ پیئیں نہ کریں حالِ ابر جلوہ حق حقیقت ہوا محصورِ نظر اوزر خموں کی کتاب ہے باندازِ جگر اس کی ایک جہ ہے سن اور کچھ افسوس نگر</p>
--	--

سچ اپنا ہے ہیں اور نہ اولاد کا ہے
 غم فقط بس کسی مسلم پر باد کا ہے

خوشاموشی

جناب نیاز فتحپوری

اے مسلمان! مذاق پیش دستی کیا ہو
مانع طوفان نوائی شوکت ساحل نہیں
آگیا باہر مذاق سیر نہ گھٹ کو لئے
خود فراموشی ہے قہر بے نیازی کا نشان
ہوئے عنوان مطلب سے حنیار کا اقتباس

کیا ہوا وہ اضطراب نبض ہستی کیا ہوا
سنگِ رہ فرسودگی ہمتِ راحل نہیں
رہ گئی دیوارِ گلشن اپنی رخت کو لئے
راہِ فطرت ڈھونڈھتا ہے چینِ امن میں کہاں
لے گا از شمع سے تو درس طرزِ امتیاس

جوہر آئینہ دل کو ذرا بے تاب رکھ
ہستی سیاب و ش کو صورتِ سیاب رکھ

فوقِ نظارہ ہونٹ کش تری پرواز کا
غنیچہ دل میں ترے ظالم پریشانی بھی ہے
شورشِ ذوق نظر پر یہ گراں جانی تری
جمعِ اغوار پر ہیں ہستی کی طرب انگیزیاں
کیا تمیز نکاسِ شاہد و مقصود ہو،
بال و پر تجھ میں نہیں بامِ حرم کو چھوڑ دے
تو فتحِ خوارِ جنوں تھا رشکِ ہر فرزانہ تھا

برقِ ہر جلوہ سے پیدا ہو تقاضا مانہ کا
کسوٹِ جلوے میں تیرے چاکِ دامانی بھی ہے
خاموشی عنوان ہوئی کیوں نالہ سامانی تری
سیکھ لے غنیچے سے تو دامن میں گلشنِ زریاں
صیقلِ آئینہ ہستی جو زنگِ آلود ہو
سنگ ہے تو شکوہ یا رِ صنم کو چھوڑ دے
حلقہ زنجیر بھی تجھ کو خطِ پیمانہ تھا

اہل مغرب کی چالیں

سیدالاعجاز مولانا حسرت موہانی

<p>غضب ہے کہ پابندِ اختیار ہو کر سمجھتے ہیں سب اہل مغرب کی چالیں اکٹھے ہیں جفا پیشگان ہند ب تفاضاتِ غیرت یہی ہے غرور ابھی ہم کو سمجھے نہیں اہل مغرب فریب و وفا کے مقابل میں تم بھی کہیں صلح و نرمی سے رہ جاؤ دیکھو یہ ترک و عرب ٹھان لیں اپنے دین</p>	<p>مسلمان رہ جائیں یوں غوار ہو کر مگر بھر بھی بیٹھے ہیں بے کار ہو کر ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہو کر بتا دو انہیں گرم پیکار ہو کر نکل آؤ بے رحم و خونخوار ہو کر نہ یہ عقدہ جنگ و شوار ہو کر رہیں گے نہ محکوم کفار ہو کر</p>
---	--

وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت
وفا کے ہیں طالبِ دل آزار ہو کر

راستِ حریت

<p>قبضہ شیر کا سودا دشمنوں کے سر میں جو روپے بنا بیداریِ اسلام کی</p>	<p>اب تفاضات ہیں ستم کا دستِ پھیر میں خیر ہے و صلح تاکہ شکلِ شر میں ہے</p>
---	--

خاطر افسردہ میں باقی ہے لیکن باعشق	گر بی آتش ہنوز اس مشیت خاکستر میں ہے
قلبت افواج ٹرکی پر ہوائی دلیر	ایک سو کیلئے کافی جو اس لشکر میں ہے

اب خدا چاہے تو حسرت جلد ہوتا ہے بلند
رایت حریت و حق جو کف انور میں ہے

ایکینہ ملت

جناب سخن گو خاتون علیا گدھ

آہ پوری قوم کا نقشہ کیسا عبرت انگیز دکھایا ہے۔ خدا ہماری قوم کی حالت پر رحم کرے

شہا ہر ایک قوم کو ذرا بکاکے دیکھنا	دگر نہ از رو کرم جہاں میں آگے دیکھنا
خراب سب کے حال میں فصیح سب کے عالمیں	یہی ہے امت آپ کی قریب جا کے دیکھنا
قسم میں و نام حق شناسے ذکر پیر غریب	کرستان کے شیشہ بقیں نام کے دیکھنا
اودا حق کو دیکھ کر قضا کریں مت از کو	اسی کی سمت فرض نہیں نگاہ جا کے دیکھنا
محببین کی طرف حرم نشین کی طرف	قسم ہے تیری قوم کو نظر اٹھا کے دیکھنا

کوئی یہ اہل دیر کو مری طرف سے دے نوید	حریف کا پتہ نہیں حرم کو جا کے دیکھنا
سب کو بھی ہستیاں بھی ہیں صنم پرستیاں بھی ہیں	شیوخ دیں کے قصر کو قدم بڑھا کے دیکھنا
بناک لائی آئینہ صفائے طبع بہر قوم	مچے گی کیسی کھلی بی ذرا دکھا کے دیکھنا

عیدِ قرباں

مولانا شوکت علی صاحب نے بہ تمام ناگپوریہ نظم اپنی زبان سے ارشاد فرمائی تھی۔
مسلموں نہیں کہ کن کی ہے

شانِ دنیا سے زالی ہے مسلمان کی	ہے خوشی عید کی اور عید بھی قربانی کی
جس کا تو بند ہے یہ بھی ہے اسی کا فرماں	خواب میں آ کے یہ خود سلسلہ عنبانی کی
چاہتا ہے جو صلہ حق سے تو قربانی کر	خون کی قدر ہے کچھ قدر نہیں پانی کی
بالِ موجود نہیں جان ہی قرباں کرے	وجہ معقول نہیں ہے سر و سامانی کی

ہر مسلمان کے لئے حکم ہے یکساں اس کا
اس میں تخصیص نہیں ترکی و افتائی کی

خیالاتِ عزیزِ بریلوی

بند کی سبائی ہے اسلامی جرأت کی زباں	جبر و استبداد کا دیکھو تو یہ جوش و خروش
سلب سے آزادی تحریر کے حکامِ وقت	جانے ہیں سینہِ مسلم سے مٹ جائیگا جوش
بولنے لکھنے کی آزادی نہ جب ہوگی خطا	آپ ہی ہو جائیگے آخر کو سب کے جوش
حاملانِ راہِ معروف ہیں وقفِ عتاب	ہو بغاوت کا مروت آج کل ایساں کا جوش
جرمِ تنہا ہے کہ کیوں ہم اس قدر ہیں صاف گو	دیکھ کر ظلم و ستم ہم کیوں نہیں رہتے خموش

تو متلع دل کو لوٹے اور ہم دیکھا کریں
کیوں یہی منشا ہے اور غارتگر ایمان ہوش

نثرانہ حقیقت

فخر قوم مولانا ظفر علی حناں

<p>ٹوالا کسی نے ڈاکا مارا کسی نے چھاپا روتی ہے بجو یورپ افریقہ کی بیٹی انصاف اور ایمان ہم کو نظر نہ آئے گاتے ہیں دس اُلی ملکر کھرج میں اسکو ہر تیر اس کماں کا جوش گزار ہو گا جو چاہے وجہ کر دے کیا ڈر ہے پائیز کو مذہب فاہار اسلک جفا مہتارا ہندوستان کی قومیں کچھ سونیں نہیں ہیں</p>	<p>رٹتے ہیں زار و کٹر ورس جناب پایا اور تجھ کو پیتا ہے ایران کا زہ پایا مغرب کو تہنے چھانا مشرق کو تہنے مایا بچم کی لے میں جو راگ ابیں نے الاپا لائق نہیں مہنی کے اسلام کا بڑھاپا اپنے ہی گھر کی بجلی اپنے ہی گھر کا چھاپا ہم نے تہیں سراہا تم نے ہمیں سراپا کس واسطے پھر ان کو آپس میں ہو جلاپا</p>
---	--

ہیں مسلم اور ہندو ہندوستان کا زیور

وہ رستی سراسر وہ محصلی سراپا

جنونِ حریت

اختر رامپوری

<p>میں نے نہ انہیں چپ کبتک پہلے باہر کھانی لپکا ہوا ہے میں میں بچوں میں کبتک جھٹک کے توڑی رہی اور زنداں سے بھاگا میں نے وہی پارہ اس لباس خود پستی کو ستانا چھوڑ دے ورنہ فلک میں آہ سے اپنی جگر کو رو یا کھٹے بہا آنکھوں سے سینوں حد کو گھر چلا دیں گے تھرا آہ سوزانے میرا مالہ ہلا دے گا قینا سقف گردوں کو میں ہوں آزاد اب کو انہیں نے ستی کی بس اب ہشیار مسلمہ تاکجا یہ خواب بدہوشی</p>	<p>پڑا رہے دوں کبتک میں گئے میں نے تپ مانی خدا کی واسطے ہٹ جا کھانوں تاکہ جولا فی جنونِ حریت کے دل میں پیدا کی جو طعنیانی مجھے مرغوب ہے دل سے وہی پہلی ہی عرانی جلا کر خاک کر دوں گا بھکا دوں گا ستم رانی مری آہ رسا نے جب لگا یا تیر روحانی دبو سے گی سمندر کو مری گریہ کی طعنیانی چلا جائیگا برتا ہوا تا عرش یزدانی پیاہے جسے میں نے ایک عالم آب حیوانی بنا ہے کس لئے تو آپ اپنا دھن جانی</p>
---	--

نقابِ ابر میں چھپ جائیگا ہو کر خجل اختر
 دکھائی داغ دل کی گر کبھی میں نے درخانی

پیش قدمی حرات ترک و معرکہ شملجہ

سید ہاشمی فرید آبادی

اوہر اسلامپوں کا لغزہ جاودا اثر نکلا	صدائے الاماں کے شور سے یورپ بھر گونجا
دروکہ شیر استنبول کا عزنی بہر گونجا	شعلہ کی زمین و صوفیہ کا در اوہر گونجا

دلِ اسلام دشمن کی کیا ہے جدت کے
شہیدانِ نبوی کی مسکراتے جدت کے

کلیسا جھک گئے نصرا نیت کے قہر حق رائے	بڑھے اسلام کے فرزند ترکستان کے سائے
گھسے یہ جن صفوں میں چیر کر کھلیاں کر گئے	زبانِ عجائے خوں سے زخمِ مقتولوں کے چلائے

ابھی تک سینہ مسلم میں فوقِ رزم باقی ہو
علی کا نور زندہ ہے عمر کا غم باقی ہے

فکر وطن

علامہ اقبال

رُلا ہا ہے رائظارہائے ہندوستان مجھ کو	کہ عبرتِ خیر ہے تیرا فسانہ سببانوں میں
دیارِ ونا مجھے ایسا کہ سب کچھ ویدیا گویا	لکھا ملکِ ازل نے مجھ کو تیرے خونِ افس میں
ہوئے امتیازِ ملتِ آئین کی موجوں نے	غضب کا فقرہ ڈالائے غمِ من کے افس میں

نشان گل گل تک بھی چھوڑ اس باغ میں گلچیں
 پہاڑوں و پہاڑی کارزار زندگانی سے
 چھپا کر آستین میں بچلیاں رکھی ہیں گردوں سے
 سن غافل! صد امیری یہی سی چیر ہے جسکو
 وطن کی فکر کرنا وہاں مصیبت آنی والی ہے
 ذرا دیکھ اسکو! جو کچھ ہو رہا ہے یہ دنیا
 یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر
 فقیر اس طرح کا محفل ہستی میں آیا ہے

تری قہر سے جھکے ہوئے ہیں باغیانوں میں
 غفلت کے سانچے ہیں جو انہوں میں
 غمازوں باغ کے غافل نہ سمجھیں آستانوں میں
 وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں
 تری بربادیوں کے مشوے ہیں آسمانوں میں
 دھڑکیا ہے بھٹا عہد کہن کی آستانوں میں
 نہیں پرتو ہوا اور تیری صدا ہوا آستانوں میں
 کہے چپ بیٹھ رہنا بھی تباہی کے نوبتوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
 تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خلافتِ اسلامیہ

سید ہاشمی فرید آبادی

ہاں گرفتار بلا سے امت خیر البشر
 دیدہ بیم ورجا کس بات کا ہے منتظر
 اے غزالِ پاشکستہ سے کہیں مظلوم تر
 ڈالتا کیا ہے خلافت پر تو حسرت کی نظر

یاں بنایا جائے گا مقررے ناموں کا
 یاں نشان ہو گا تری قلت سے افسوں کا

یاں کھڑی ہوگی عمارت کا فر گمراہ کی	یاں پریشاں کر دی جائے گی کتاب اللہ کی
یاں گھٹا چھاپا کرے گی مسلوں کی آہ کی	خاک میں مل جائیگی عنترت رسول اللہ کی

”نامہ بچنے پائے میت بھی کوئی اس نام کی
لاش پانی میں ڈبو دی جائے گی اسلام کی

کس ہنہ کی ہوا تھی جس کا جھونکا چل گیا	بلوغت و سوبرس کا لہلہاتا چل گیا
اکیت سے جوامت و رہی تھی مسکایا	اس مرتبہ نیچاں کا آج منکا ڈھل گیا

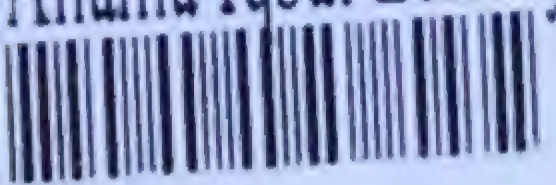
دھنسا کوہِ عم و اندوہ سر پر اڑا
اک چکی میں کلیجہ منہ کے باہر اڑا

کیا یہ سچ ہے دین احمد کا نچاول اور جگر	کیا دعائیں کلمہ گویوں کی نہیں سب کے اثر
کیا ابھی تک قبر سے باہر نہیں نکلا عمر	تاکہ دیکھے مسلمانوں کو خاک و خون آشفہ سر

انہدام کو شک اسلام آ کر دیکھ لے
اور ویدہ روضہ اطہر کی چادر دیکھ لے



Allama Iqbal Library



56634

& K. UNIVERSITY LTD.

cc No 56634

Date 20.3.65

مولانا ابوالکلام آزاد کی معرکہ الاراتصافہ

مضامین ابوالکلام آزاد ہندوستان کی آزادی - اور دیگر اہم مسائل پر بہترین مضامین کی مجموعہ ۱۰ ار

دعوتِ عمل = مسلمانوں کے تنزیل کے حقیقی سبب اور ان کا علاج ۵ ار

الحُریت فی الاسلام حریتِ اسلامی، آزادی وغیرہ ضروری مضامین پر بے نظیر بحث ۱۲ ار

اتحادِ اسلامی = معرکہ الاراتصافہ جو پانچویں مرتبہ چھی ہے ۳۳ ار

مولانا ابوالکلام آزاد کا جدید خطبہ صدارت

یہ آگے کا مشہور بے مثل خطبہ صدارت ہے جس میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات، تحریکِ خلافت کی کامیابی، مانوچی مائزمت کے حرام ہونے، کراچی کے زولیشن پر پیشل تقریر اور اعلانِ حق صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ نیز طبع ہے۔
تقریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول ۵ ار حصہ دوم ۵ ار
خطبہ صدارت مولانا محمد علی صاحب ۵ ار
تقریر صدر اس مولانا محمد علی صاحب ۵ ار

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹا شہر میرٹھ

مسئلہ خلافت پر جدید طبوعات

اسیر مالٹا کا پیغام حضرت مولانا حسین صاحب مہاجر مدنی اسیر مالٹا اور مولانا محمد علی صاحب کراچی کے ساتھی کی دو مشہور معرکہ الآراء اور تاریخی تقریریں ۹
دنیا کے اسلام اور خلافت = مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کا
زبردست مضمون جس میں مولانا نے یہ دکھلایا ہے کہ اس وقت تمام
دنیا (چین - روس - یوننس - طرابلس - عرب - عراق - شام
مصر) کے مسلمان خلافت کے لئے کیا کر رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۴
تقاریر مولانا ظفر علی خاں = فدائے ملت مولانا ظفر علی
خاں صاحب کی نایاب تقاریر کا مجموعہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹
ورس خلافت = مسئلہ خلافت پر تقریر سکھانے والی مشہور
کتاب - پانچویں مرتبہ چھپی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۸
المکتوب = مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی کا خود نوشت
سفر نامہ میسور، نیلگری، بہار، بنگام - بنگلور کے حالات اور دو
زبردست تقریریں بہار خلافت کانفرنس اور بنگام کانفرنس ۸
ملنے

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ



**ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN.**